برگِ گل

سیّد نفیس الحُسینی

جمع و ترتیب

سید اظہار احمد گیلانی

ناشر

سیّد احمد شہیدؒ اکادمی

نفیس منزل

۳/۱۷۷ کریم پارک ○ لاہور

برگِ گُل

اشاعت اوّل	:	۲۰۰۲ء
اشاعت دوم	:	۲۰۰۳ء
اشاعت سوم	:	۲۰۰۶ء

سخنور	:	سیّد نفیس الحسینی
جمع و تدوین	:	سیّد اظہار احمد گیلانی
خطّاطیِ سرورق	:	حافظ سیّد انیس الحسن حسینی رحمۃ اللہ
خطّاطی برگِ گل	:	محمّد جمیل حسن، سیّد جمیل الرحمن
تزئین	:	سیّد حسن شعیب
کمپیوٹر کمپوزنگ	:	افتخار احمد
طباعت	:	شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور
ناشر	:	شاہ زید و شاہ بلال
	:	سیّد احمد شہید اکیڈیمی
	:	نفیس منزل، کریم پارک، لاہور
قیمت	:	روپے

برگِ گل ہست ارمغانِ نفیس

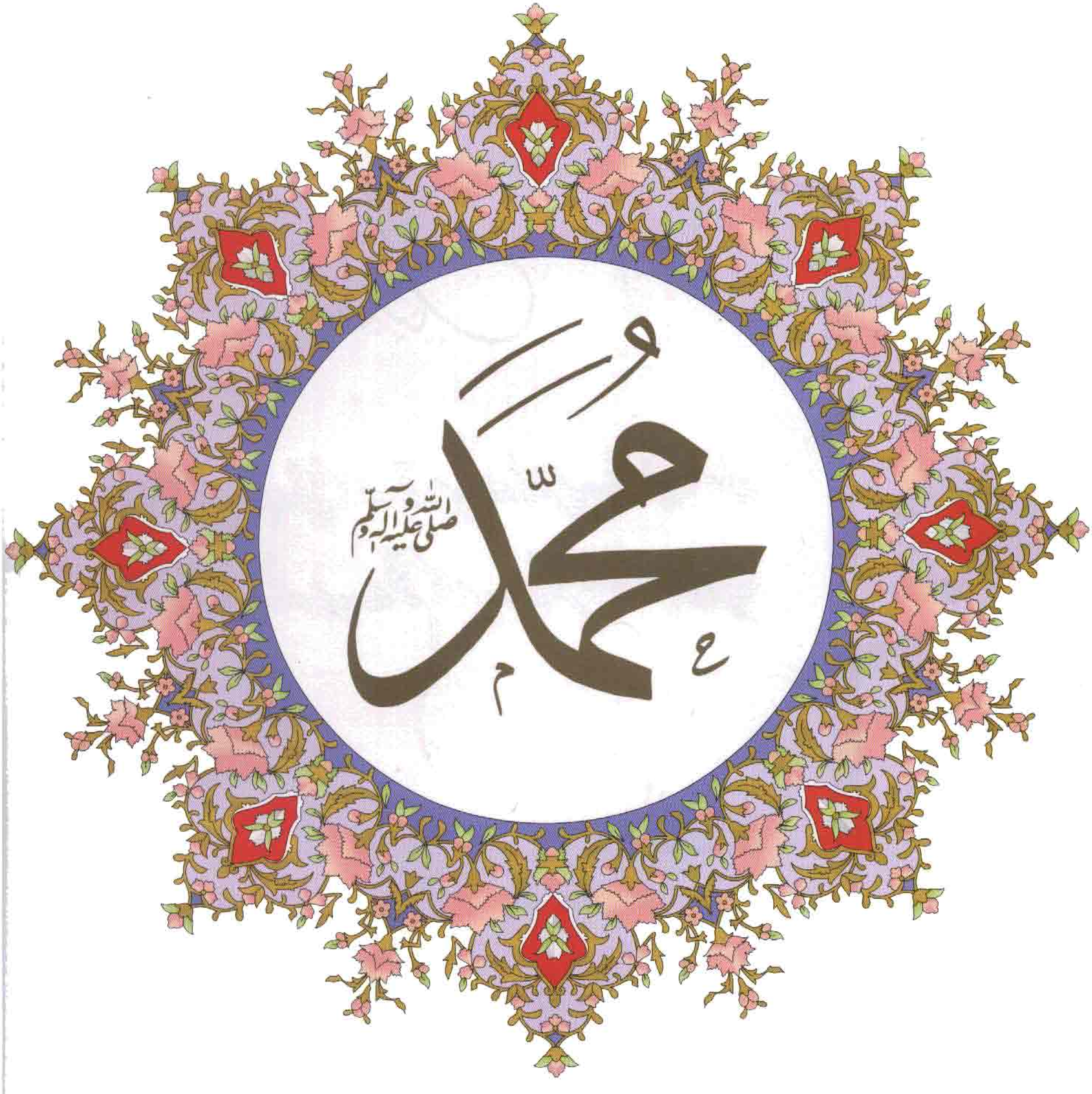
سیّد نفیس الحسینی


انتساب

مرا قلم بھی ہے اُن کا صدقہ، مرے ہُنر پہ ہے اُن کا سایہ
حضورِ خواجہ ﷺ مرے قلم کا مِرے ہُنر کا سلام پہنچے

سیّد نفیس الحُسینی


محمد
صلی الله علیه وآله وسلم


محمد
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
لاکھ ستارے ہر طرف ظلمتِ شب جہاں جہاں
ایک طلوعِ آفتاب دشت و چمن سحر سحر
جگر مرحوم
آفتابِ محمد
نتیجۂ فکر و اثر خامۂ نفیس رقم
۲۳ محرم الحرام ۱۴۰۱ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

اللّٰهُمَّ

صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اللّٰهُمَّ

بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

ترتیب

شِعرُ الفراق

اذانِ جہاد

مینائے غزل

نفائس

صریرِ قلم

تحسین

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ ۔

برادرِ دینی جناب سید اظہار احمد گیلانی نے "برگِ گل" کی جمع و ترتیب اور پھر طباعت و اشاعت کا کام نہایت سلیقے سے انجام دیا۔

عزیزم حافظ سید انیس الحسن مرحوم نے بیماری کے عالم میں اپنی زندگی کا آخری سرورق تحریر کیا۔

محمد جمیل حسن نے بڑے ذوق و شوق سے "برگِ گل" کا صفحہ تیار کیا۔

سید جمیل الرحمٰن نے بھی اپنے قلم سے کلام کو سنوارا۔ کچھ کمپوزنگ بھی کی۔

افتخار احمد نے بھی کچھ صفحے کمپوز کیے۔

سید حسن شعیب نے "برگِ گل" کی تزئین و آرائش کی۔

محمد عاشق نے کاپی پیسٹنگ کی۔

قدیم دوست جناب منہاج الدین اصلاحی کی شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے عمدہ طباعت ہوئی۔ زبیر صاحب، عثمان صاحب، جبران صاحب اور پریس کے عملہ نے مخلصانہ معاونت کی۔

ناچیز راقم سطور ان سب مخلص احباب کا تہِ دل سے شکر گزار ہے
اللہ تعالیٰ جزائے خیر سے نوازے۔

احقر نفیس الحسینی
نفیس منزل ـ کریم پارک لاہور

۲۰ ذیقعد ۱۴۲۲ھ
(۴ ـ فروری ۲۰۰۲ء)



بسم الله الرحمن الرحیم

تقریظ

جسٹس مولانا محمّد تقی عثمانی دامت برکاتہم

الحمدللہ وکفیٰ، وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

ہمارے مخدوم بزرگ حضرت سیّد انور حسین نفیس الحسینی (نفیس رقم) جو محبّت کرنے والوں کے درمیان حضرت نفیس شاہ صاحب کے نام سے زیادہ معروف ہیں، اُن اصحابِ کمال میں سے ہیں جن کی نظیریں کسی زمانے میں خال خال ہی ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فنِ خطّاطی میں جو مرتبہ عطا فرمایا ہے، اور ان کے قلم سے خوشنویسی کے جو شاہکار وجود میں آئے ہیں، وہ ملک وملّت کے لئے قابلِ فخر ہیں، اور خطّاطی کی تاریخ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن بڑی بات یہ ہے کہ اُن کی کتابت کی طرح ان کی شخصیت بھی حُسن وجمال کا مرقّع ہے، اُن کے ہاتھوں سے پھول کِھلتے اور باتوں سے پھُول جَھڑتے ہیں۔ اپنے فن اور ہُنر میں بامِ عروج تک پہنچنے کے باوجود اُن کی ادا ادا میں تواضع، مسکنت اور سادگی رچی ہوئی ہے، اور اُن کا پورا وجود حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری قدّس سرّہ کے اس فیضِ صحبت کی زندہ کرامت ہے جس نے انہیں سراپا عشق (حقیقی) بنادیا ہے۔

عشق اور شاعری کا چولی دامن کا ساتھ ہے، جب دل میں عشق کی آگ سلگتی ہے، تو اس کا دھواں شعر کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔ حضرت نفیس شاہ صاحب مد ظلہم کی شاعری در حقیقت اسی عشق کے دُھویں سے عبارت ہے، لیکن عشق اگر مجازی ہو تو اس کے دھویں میں نہ جانے کتنی کثافتیں شامل ہو جاتی ہیں۔ ے

وہ عشق جس کی آگ بجھا دے اجل کی پھونک
اس میں مزا نہیں تپشِ انتظار کا

حضرت نفیس شاہ صاحب کا عشق چونکہ حقیقی ہے، اس لئے اس کا دھواں ان کثافتوں سے پاک اور لطافتوں کا وہ دلآویز مجموعہ ہے جس کی پاکبازی کی قسم کھائی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بلندیِ خیال اور سوزو گداز کے ساتھ حسنِ اظہار کا وہ سلیقہ بھی عنایت فرمایا ہے۔ جسے کہنے والوں نے ''سحرِ حلال'' سے تعبیر کیا ہے۔ **وانّ من البیان لسحرا**۔ یہ پاکیزہ شاعری جس کی نیو عشقِ حقیقی پر اُٹھتی ہے، اُس میں حمد، نعت، غزل یا نظم، اظہار کے مختلف اسالیب کے نام ہیں۔ ورنہ حمد ہو یا نعت، غزل ہو یا نظم سب کا منتہائے مقصود ایک ہی ہوتا ہے۔ یعنی عشقِ حقیقی، اور اس لحاظ سے حمد و نعت کی پاکیزگی غزل میں بھی پوری طرح جلوہ افروز نظر آتی ہے۔

اب ذرا حضرتِ نفیس کی غزل کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیے:

کیوں شکوۂ غم اے دلِ ناشاد کرے ہے
اک غم ہی تو ہے جو تجھے آباد کرے ہے

دل محوِ محبّت ہے اسے کچھ نہیں پروا
آباد کرے کوئی کہ برباد کرے ہے

پاوے ہے وہی عشق سر افرازیٔ عالَم
جس عشق پہ وہ حسنِ ازل صاد کرے ہے

ہاں ساقیِ کوثرؐ سے صبا عرض یہ کرنا
اِک رندِ سیہ مست بہت یاد کرے ہے

کچھ جو میری سمجھ میں آئی ہے
زندگی موت کی دُہائی ہے

روزِ اوّل سے جانتا ہوں انہیں
اُن سے دیرینہ آشنائی ہے

غم وہ تحریر ہے محبّت کی
خونِ دل جس کی روشنائی ہے

دل کے ساغر سے پی رہا ہوں نفیسؔ
وہ جو یثرب سے کھنچ کے آئی ہے

جب اس پاکیزہ کلام کے گلہائے رنگ رنگ بہ نفسِ نفیس آپ کے سامنے ہیں تو میرے انتخاب کے واسطے کی ذرا بھی حاجت نہیں، لیکن میں کیا کروں کہ یہ سطور لکھتے وقت حضرت نفیسؔ کے چند اشعار یہاں نقل کئے بغیر بھی رہا نہیں جاتا:

اللہ اللہ محمدؐ، ترا نام اے ساقی
آن گنت تجھ پہ درود اور سلام اے ساقی

کبھی تنہائی میں محسوس کیا کرتا ہوں
صحنِ دل میں ترا آہستہ خرام اے ساقی

دل مِرا ڈوب رہا ہے کہ تہی دامن ہوں
ہونے والی ہے اُدھر زیست کی شام اے ساقی

ایک امیدِ شفاعت ہے، فقط زادِ سفر
جس سے ہمّت سی ہے کچھ گام بہ گام اے ساقی

لاج رکھنا کہ ترے رحم و کرم پر ہے نفیسؔ
ہے ترے در کا غلام ابنِ غلام اے ساقی

ملائک ساتھ ہیں دامن سنبھالے
حِرا سے آرہے ہیں کملی والے

اُمڈ آئے ہیں بادل کالے کالے
مِرا ایمان ساقی کے حوالے

تجھے اے وحشتِ دل دینے والے
دعائیں دے رہے ہیں دل کے چھالے

زکوٰۃِ حسنِ جاناں بٹ رہی ہے
گدائے عشق! قسمت آزمالے

بہار آئی ہے، غنچے کِھل رہے ہیں
مرے دل! تو بھی دو دن مسکرالے

اور حضرت رائپوریؒ کے فیض پر یہ اشعار:

ساقی، تِری نظر پہ مِری زندگی نثار
تیرے فیوض رُوکشِ پنجاب ہو گئے

تابِ جبیں سے بہ گئے سیلابِ نور میں
تیری نظر سے غرقِ مئے ناب ہو گئے

صحرا جو راستے میں پڑے، گرد ہوگئے
دریا جو آئے سامنے، پایاب ہو گئے

ضرب المثل تھیں جن کی بلا نوشیاں نفیسؔ
ساقی کے دردِ جام سے سیراب ہو گئے

حضرت نفیس کا کلام ایک بار پہلے بھی بعض اہلِ محبّت نے از خود مرتّب کر کے شائع کیا تھا، لیکن اس میں بہت سی اہم چیزیں رہ گئی تھیں۔ اب بفضلہٖ تعالیٰ یہ کلام اپنی مکمّل صورت میں شائع ہو رہا ہے جو انشا اللہ اصحابِ ذوق کے لئے ایک گرانقدر تحفہ ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ حضرتِ نفیس کا سایہ رحمت ہم پر تا دیر سلامت رکھیں۔ آمین

دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴

محمّد تقی عثمانی

۱۲ صفر ۱۴۲۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"برگِ گل"

ایک تاثّراتی مطالعہ

جنابِ سیّد نفیس الحسینی کو بین الاقوامی سطح پر اور بالخصوص مسلم دنیا میں خطّاط کی حیثیت سے اکثر صاحبانِ علم و فن اور عوام جانتے ہیں۔ پاکستان و ہند میں آپ جادۂ طریقت کے سلسلۂ قادریہ کے نامور شیخ و راہنما، فاضل ادیب و محقّق، متعدد دینی مدارس کے سر پرست اور تاریخِ اسلامی کے سکالر کے طور پر بھی معروف ہیں مگر ایک خوش کلام و خوش گلو شاعر کی حیثیت سے آپ اپنے ادب دوست، باذوق اور بے تکلّف یارانِ محفل کے مخصوص حلقے کی جان ہیں۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ سیّدِ مخدوم نے اپنے مشائخِ طریقت کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنی انا کو انکساری اور خود شکنی سے روند کر جہاں اپنی دیگر بے شمار شخصی خوبیوں اور صفات پر ہیچ میدانی اور اخفاء کا پردہ ڈال رکھا

ہے۔ وہاں آپ نے مشاعروں اور عام محفلوں میں کبھی اپنا کلام نہیں سنایا اور یوں عوامی حلقوں میں بطور شاعر مشہور ہونا پسند نہیں فرمایا۔ اسی طرح آپ نے اپنا کلام معروف ادبی پرچوں میں بغرضِ اشاعت نہیں بھجوایا۔ شہرت پسندی آپ کا شیوہ نہیں۔

سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحب کی ہمہ جہت شخصیت کے مختلف شاندار اور تابناک پہلوؤں کا احاطہ کرنے کے لیے ایک مستقل تصنیف درکار ہے زیرِ نظر خود منتخبہ کلام کے ابلاغ کی مناسبت سے ہم اپنے مطالعہ کو آپ کی شاعرانہ شخصیت کے ارتقاء،افکار عالیہ، اور کلام کی پر کشش اور نمایاں ادبی خصوصیات تک محدود رکھیں گے۔

جناب سیّد نفیس الحسینی محض ایک مرجعِ خلائق شیخ طریقت ہی نہیں بلکہ ایک نہایت خلیق وملنسار انسان بھی ہیں وہ غمزدہ دلوں اور حاجتمندوں کے بے حد غمگسار، ہمدرد اور ہمہ وقت ان کی مدد اور خلقِ خدا کی خدمت پر کمر بستہ رہتے ہیں۔ شانِ استغناء اور غیرت وحمیّت رکھنے والے درویشِ خدا مست اور صاحبِ قلم ہونے کے ساتھ وہ صاحبِ سیف بھی ہیں کیونکہ اپنے آباؤ اجداد کی پیروی میں جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر افغانستان و کشمیر کے مجاہدین کے سرپرست اور شیخِ طریقت کے طور پر جہادِ اسلامی میں عملاً شریک ہیں۔ وہ تین

مرتبہ افغانستان کے جہاد کے زمانہ میں اگلے مورچوں میں ٹھہر کر مجاہدین کی حوصلہ افزائی اور ان کے لیے دعائے فتح و نصرت فرمانے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ وہ ولیِ کامل ہیں۔اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو شرفِ قبولیّت عطا فرمایا۔

مذکورہ صفات و خصوصیات کے علاوہ مجھ سمیت بے شمار خدّام اور ان کے گرویدہ و فریفتہ مدّاحین کو ان کی شخصیت کے جس پہلو نے سب سے زیادہ متاثّر کیا ہے وہ ان کے اخلاق حسنہ کے لحاظ سے ان کا ایک عظیم انسان ہونا ہے اس ایک جملے میں ان کے تمام کمالات، اوصاف اور محاسن مجتمع ہیں۔ کبھی سوچتا ہوں کہ سیّد نفیس ایک کامل شیخِ طریقت ہیں؟ اس دور کے عظیم ترین خطّاط ہیں؟ یا ان کی شاعری اور علمیّت انہیں عظمت، عبقریت اور رفعت کے اعلیٰ مقام پر متمکن کرتی ہے؟ دل و دماغ بالآخر فیصلہ دیتے ہیں کہ ان کی خطّاطی بھی شاعرانہ صفات و کمالات کی مظہر ہے۔ وہ اگر نفیس مزاج شاعر نہ ہوتے۔ تو اتنے اعلیٰ اور منفرد صاحبِ طرز خطّاط اور آرٹسٹ بھی نہ ہوتے اور اگر جناب سیّد نفیس اپنے اخلاق کریمانہ کے طفیل مجھے یہ گستاخانہ جملہ کہنے کی اجازت دیں تو عرض کرنے کی جسارت کروں گا کہ وہ اتنے بلند پایہ شیخِ طریقت اور بلند اخلاق انسان بھی شاید اپنی فطرت کے بنیادی شاعرانہ جوہر اور فطری مذاق کی بنا پر

ہیں اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ خصوصیت یعنی ادبی ذوق عطا فرما کر ان کے دیگر کمالات اور اوصاف کو مزید نکھار دیا ہے اور انہیں ایسے نمایاں اور بلند و بالامقام پر متمکن فرمایا ہے جہاں سے وہ اپنے فیضانِ علمی و روحانی کی ضیاء پاشیوں سے مختلف میدان ہائے عمل میں خلقِ خدا کو منوّر فرما رہے ہیں۔

زمانہَ ماضی یا حال کے عظیم المرتبت اور گراں قدر مشاہیر کی شخصیات کو جاننے اور سمجھنے کے لئے ان کی عمر بھر کی جدّوجہد، کامرانیوں اور خدماتِ جلیلہ کے ساتھ اُن کے افکار و خیالات کا معلوم کرنا بھی ناگزیر ہے جو اکثر و بیشتر ان کے خطبات و مضامین، شاعرانہ کلام یا اُن کے مکاتیب کے براہِ راست مطالعہ ہی سے واضح ہوتے ہیں۔ اسی طرح مشہور و معروف مدّبرین، خطباء، شعراء اور ادباء کے کلام کی کماحقہ، تفہیم و تحسین کے لیے ہمیں اولاًان حالات و واقعات، ماحول اور ان شخصیات کا علم ہونا بھی ضروری ہے جو ان کے خیالات و احساسات، طرزِ عمل اور ان کی زندگی کی سرگرمیوں پر اثر انداز ہوئے ہمیں مذکورہ عوامل کے تناظر میں اُن شخصیاتِ عظیم کی جہدِ مسلسل، تب و تاب اور محسوسات کا جائزلینا ہوتا ہے۔

اسی نہج پر زیرِ نظر مطالعہ درحقیقت سیّد نفیس الحسینی مدظلّہ العالی کے شاعرانہ کلام کو اولاً سمجھنے پھر اس سے لطف اندوز ہونے اور اس کے بعد اس

ذریعے(سیر بین) سے آپ کی دلآویز شخصیت کو قریب سے دیکھنے کی ایک طالب علمانہ کوشش ہے۔

شاہِ نفیس کا کلامِ منظوم اصناف سخن کے لحاظ سے گو زیادہ تر نظموں، غزلیات اور قطعات و رباعیات پر مشتمل ہے مگر موضوعات کے تنوّع اور افکار و خیالات کی گہرائی اور وسعت کے نقطہ نگاہ سے وہ ایک ہمہ جہت سخن ور ہیں اگرچہ ان کی غزلیات میں مشاہدہ حق کی گفتگو اور عارفانہ نکات کے بیان کے لئے بادہ و ساغر کی روایت کی پاسداری موجود ہے مگر زیرِ نظر مجموعہ کلام میں بیشتر موضوعاتِ سخن حمد و نعت، قومی و ملّی جذبات، جہادِ اسلامی اور اکابرین دین و ملّت کی شاندار خدمات خصوصی طور پر نمایاں ہیں۔

نام و نسب

آپ کا خاندانی نام انور حسین ہے۔ نفیس الحسینی قلمی نام ہے۔ سلسلۂ نسب چودہ واسطے سے خواجۂ دکن حضرت سیّد محمّد گیسودراز قدّس سرّہ (م ۸۲۵ھ) تک پہنچتا ہے۔ پنجاب میں سادات گیسودرازؒ کے مورثِ اعلیٰ حضرت شاہ حفیظ اللہ حسینی گلبرگوی قدّس سرّہ خاندانی روایت کے مطابق ۱۱۳۴ھ میں دکن سے تشریف لائے۔ مسکن و مدفن نواحِ سیالکوٹ ہے۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۳ ذی القعدہ ۱۳۵۱ھ (۱۱ مارچ ۱۹۳۳ء) کو گھوڑیالہ (ضلع سیالکوٹ) میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم قریبی قصبہ بھوپالوالہ کے ہائی سکول میں پائی۔ ۱۹۴۷ء میں اپنے خالِ مکرّم حضرت مولانا سیّد محمّد اسلمؒ (فاضلِ دیوبند) کے پاس لائل پور (موجودہ فیصل آباد) چلے گئے۔ قیامِ پاکستان کے دن لائل پور میں تھے۔ مولانا سیّد محمد اسلم صاحب کو خاتم المحدّثین حضرت مولانا محمّد انور شاہ کشمیری نوّر اللہ مرقدہ سے شرف تلمّذ حاصل تھا۔ ان سے کچھ علمی استفادہ کیا۔ گورنمنٹ کالج لائل پور سے بھی انٹر میڈیٹ تک تعلیم پائی۔ فن خطّاطی آپ نے اپنے والدِ ماجد خطّاط القرآن سیّد محمّد اشرف علی سے حاصل کیا۔ ۱۹۴۸ء میں ان کے زیر سایہ باقاعدہ فنِ کتابت کا آغاز کیا۔

ذوقِ شعر و سخن

موزونیِ طبع یوں تو ابتدائے شعور ہی سے ودیعت تھی، قیامِ لائلپور کے زمانہ میں شعر و سخن کا ذوق بھی نشوونما پاتا رہا۔ ۱۹۴۹ء میں حضور نبی

کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہلا اور غائبانہ سلام عرض کیا۔ گورنمنٹ کالج لائل پور کے سالِ اوّل کے طالب علم سیّد انور زیدی کے نام سے ان کی نعتیہ نظم کالج کے ادبی میگزین میں شائع ہوئی پندرہ سال کی عمر میں کہی گئی اس نظم "سلام" کے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے۔ یہ ان کی فطرت میں موجود پوشیدہ شاعرانہ جوہر کو نمایاں کر رہے ہیں اور مستقبل کے صاحبِ طرز ادیب و شاعر کے اندازِ فکر اور جذبات کی غمّازی کر رہے ہیں ؎

سلام اے شمعِ روشن، چشمِ عبداللہ کی بینائی
زمانہ تجھ پہ قرباں ہے، فرشتے تیرے شیدائی

"تری آمد سے رونق آگئی گلزار ہستی میں"
عنادل چہچہا اٹھے "بہار آئی ، بہار آئی"

ترے در سے کوئی سائل تہی دامن نہیں لوٹا
تری رحمت کے دامن کی ہے لا محدود پہنائی

نوجواں شاعر سیّد انورؔ زیدی کے زمانۂ طالب علمی اور اس سے متصّل دور کی شعری کاوشیں بیشتر غزلیات پر مشتمل ہیں اگرچہ انہوں نے بہت عمدہ نظمیں

بھی کہی ہیں۔ ان غزلیات کا اکثر حصّہ انہوں نے پیشِ نظر مجموعہ انتخاب میں شامل نہیں کیا۔ اس زمانے کی غزلیات سے محض چند ایک ہی اس مجموعہ کلام کے لئے منتخب کی گئی ہیں۔ اس کی وجہ سیّد نفیس نے، جگر مرحوم کے الفاظ میں، یوں بیان فرمائی:

شباب میں اے جگرؔ، غزل تو حقیقتاً ہی غزل تھی لیکن
غزل میں یہ وسعتیں کہاں تھیں شعورِ فکر و نظر سے پہلے

جہاں تک اپنی فہم کا تعلّق ہے یہ "ادبی خود احتسابی" ان کے موجودہ مقامِ رشد و ہدایت پر فائز ہونے، عالمانہ تقدّس اور شعورِ فکر و نظر کا فطری تقاضہ ہو سکتی ہے مگر ان کی شاعری کے اوّلین دور کا جائزہ لینے والے صاحبِ نظر نقاد کے لئے اُن خوبصورت غزلیات کو یکسر نظر انداز کرنا مشکل ہوگا۔ لیکن اس زمانے کی غزلیات کے نقد و نظر کے لئے ایک علیحدہ مطالعہ درکار ہے۔

لائل پور (فیصل آباد) کے زمانہ قیام میں انہوں نے بہت عمدہ نظمیں بھی کہی ہیں مثلاً "دعوتِ عمل" ان کی ایک پر جوش قومی و ملّی جذبات سے بھرپور نظم ہے۔ یہ لاہور منتقل ہونے سے دو تین روز قبل ۱۸ ستمبر ۱۹۵۱ء کو کہی گئی اور ماہنامہ "حکیم مشرق" لائلپور کے شمارہ اکتوبر ۱۹۵۱ء میں سیّد انورؔ زیدی کے نام سے ان کے اپنے سوادِ خط میں شائع ہوئی گو کہ یہ نظم زیرِ نظر

مجموعہ میں شامل نہیں تاہم ان کے اُس وقت کے قومی جذبے، جوشِ جہاد، اور قوّتِ عمل کی بھرپور عکاسی کرتی ہے:۔

دلوں میں حکمتِ قرآں لیے ہوئے اٹھو
جلالِ بوذرؓ و سلماںؓ لیے ہوئے اٹھو

وہ ہند دعوتِ یلغار دے رہا ہے تمہیں
رگوں میں خونِ شہیداں لیے ہوئے اٹھو

پکارتی ہے تمہیں آج وادیٔ کشمیر!
دلوں میں جوش کا طوفاں لیے ہوئے اٹھو

تمھارے مدِّمقابل ہیں کفر کے لشکر!
علیؓ کی قوّتِ ایماں لیے ہوئے اٹھو

تمھارے دین کی عظمت ہے چوٹ کھائے ہوئے
جگر پہ داغِ نمایاں لیے ہوئے اٹھو

اٹھو اور اٹھ کے زمانے کو اپنے زیر کرو
یہ کام ایسا نہیں ہے کہ اس میں دیر کرو"

سکونتِ لاہور

سیّد نفیس الحسینی ۲۳ ستمبر ۱۹۵۱ء کو لائلپور سے لاہور منتقل ہوگئے، لاہور پہنچ کر پہلے چند ماہ روز نامہ احسان اور پھر نوائے وقت میں بحیثیت خطّاط سرخی نویس پانچ برس کام کیا۔ اس دوران میں بھی ذوقِ سخن قائم رہا۔ اس دور (۵۰-۱۹۵۳ء) کے کلام کا بیشتر حصّہ لاہور کے روز ناموں نوائے وقت، نوائے پاکستان، احسان، آواز وغیرہ میں شائع ہوتا رہا لیکن جیسا گذشتہ سطور میں بیان ہوا انھوں نے اپنا کلام کبھی مشاعروں میں سنایا اور نہ کسی مخصوص حلقۂ ادب سے وابستہ ہوے۔ بقولِ خود یہ ان کا مزاج ہی نہیں ہے۔

انورؔ زیدی سے نفیس الحسینی تک

ہم دیکھ چکے ہیں کہ اپنی شاعری کے آغاز میں انھوں نے بعض غزلوں میں اپنا تخلّص انورؔ بھی کیا۔ خطّاطی کے لیے چونکہ نام ''نفیس رقم'' بہت پہلے لکھنا شروع کر دیا تھا اس لئے شاعری میں ''نفیس'' اور نثر کے لیے ''نفیس الحسینی'' لکھنے لگے۔ ''حسینی'' کو اپنے نام کا جزو بنانے کی وجہ آپ نے ایک مرتبہ یوں بیان فرمائی:

''اگرچہ شروع ہی سے مذہبی رجحانات کا غلبہ تھا لیکن (۵۳-۱۹۵۴ء)

میں طبیعت تمام تر تصوّف کی طرف مائل ہو گئی۔ میں تصوّف میں سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی محبّت کے شدید جذبے کے زیرِ اثر داخل ہوا۔ ان ہی کی محبّت نے مجھے دینِ اسلام کا پر عزیمت راستہ دکھایا اور طریقت کی طرف مائل کیا ؎

اپنے اللہ کا صد شکر ادا کرتا ہوں
جس نے وابستہ کیا دامنِ شبّیر کے ساتھ

اپنے مورثِ اعلیٰ سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت، بے مثال قربانی، صبر و استقامت، اور علّو شان کے مقابلے میں اپنی درماندہ زندگی کے حالات سے شرمندہ ہو کر انفعالی کیفیت میں دیر تک آبدیدہ رہا کرتا تھا۔ اسی طرح میرے جدّ امجد حضرت خواجہ گیسودرازؒ سے فطری محبّت کے باعث آپ کے نام ''محمّد الحسینی'' کے جزوِ آخر نے بھی ترغیب دلائی چنانچہ اسی خاندانی نسبت کے زیرِ اثر نفیس کے ساتھ ''الحسینی'' لکھنا شروع کر دیا بالآخر عنایاتِ خداوندی نے شیخِ وقت قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری قدّس سرّہ (م ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) کی خدمتِ مبارک میں پہنچا دیا۔ گویا سیّدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبّت و عقیدت میرے راہِ سلوک و طریقت اختیار کرنے کا مقدّمہ اور پیش خیمہ بنی۔''

۱۹۵۲-۵۱ء ہی میں اپنے خاندان کے محترم بزرگ صوفی مقبول

احمد شاہ صاحب کے سفرِ حج کے موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ کے روضۂ اقدس پر پیش کرنے کے لئے اپنی ایک نعت " بحضور امام الانبیاء سید المرسلین ﷺ انہیں لکھ کر دی اور ان کی وساطت سے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں اپنی عقیدت و محبت کا نذرانہ اشعار میں پیش کیا ؎

میں ہر آستاں چھوڑ کر آگیا ہوں | مواجہ پہ باچشمِ تر آگیا ہوں
رسالت پناہا ، نبوّت کلاہا، | اِک اُمید وارِ نظر آگیا ہوں
محبت کے سکّے عقیدت کی نقدی | یہی لے کے زادِ سفر آگیا ہوں
مجھے لوگ کہتے ہیں مقبولِ احمد | اس ارماں اِس امّید پر آگیا ہوں

یہ اشعار اردو زبان کے مطلعِ ادب پر ایک اُبھرتے ہوئے نوجواں شاعر کے جذبِ دروں، اُن کی طبیعت کے سوزو گداز اور سلامتیِ فکر کے آئینہ دار ہیں جو اُن کی آئندہ شاعری کی مستقل بنیاد بنے۔

اسی زمانہ میں "اُسوۂ شبیر ؓ"، "کربلا کے بعد"، "ذکر حسنین رضی اللہ عنہما"، "اَنتم الاعلون" اور چند غزلیات مثلاً "وہ سزا وارِ پارسائی ہے"، "وہ دل کہ دید سے تھا پریشانِ آرزو"، "آرزو ہے کہ خاک ہو جاؤں" کہی گئیں۔

ان نظموں اور غزلوں میں ہمیں نوجوان شاعر سیّد نفیسؔ حُبِّ وطن اور جوشِ جہاد کے جذبات سے سرشار اور اپنے اسلاف سے نسبی تعلق رکھنے پر

بے حد مسرور نظر آتے ہیں مگر اپنی ذات کو اُن اکابر سے نہایت درجہ فروتر سمجھتے ہیں ؎

اللہ اللہ یہ حسب یہ نسب   مرتضائی ہے مصطفائی ہے
ننگِ اسلاف ہوں! معاذ اللہ   توبہ توبہ! یہ بے وفائی ہے
جو برائی ہے میری اپنی ہے   اُن کا صدقہ ہے جو بھلائی ہے

ارتقائے فکری و روحانی

سیّد نفیس الحسینی کا گھرانہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آغاز ہی سے دینِ اسلام کی عالمگیر حقانیّت اور اس کی روحانیّت کے علم برداروں کا خاندان ہے۔ آپ کے جدِّ امجد قطب الاقطاب خواجۂ دکن حضرت سیّد محمّد حسینی گیسودرازؒ کا مزارِ مبارک گلبرگہ شریف (جنوبی ہندوستان) میں آج بھی مرجع خلائق ہے آپؒ حضرت خواجہ نظام الدّین اولیاء رحمہ اللہ کے جانشین حضرت خواجہ نصیر الدّین چراغِ دہلیؒ کے روحانی فرزند اور خلیفۂ اعظم ہیں۔

حضرت سیّد محمد حسینی رحمہ اللہ اور اپنے خاندانی پس منظر کے بارے میں سیّد نفیس اپنی تالیف ''شمائمِ سیّد محمّد گیسودرازؒ'' میں فرماتے ہیں۔'' آپ کا خاندانِ عالیشان مدینہ منوّرہ سے عراق اور پھر عراق سے خراسان منتقل ہوا۔ آپ کے آباؤ اجداد میں حضرت سیّد ابو الحسن زید الجندیؒ پہلے بزرگ ہیں جنھوں

نے برصغیر پاک و ہند کو اپنے قدومِ میمنت لزوم سے مشرّف سے فرمایا۔

حضرت زید الجندی اپنے آباے کرام کی سنّتِ جہاد کے علمبردار تھے آپ سرفروش مجاہدین کی ایک جماعت کے ہمراہ خراسان سے علمِ جہاد بلند کیے ہوئے فتحِ دہلی کے لیے کئی بار تشریف لائے۔ ایک معرکۂ عظیم میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہادت کی نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز ہوئے۔ حضرت خواجہ گیسودرازؒ کے ملفوظات "جوامع الکلم" میں حضرت زید الجندی کا ذکرِ خیر آیا ہے۔

حضرت زید الجندی کی شہادت کے بعد ان کی اولاد و احفاد اپنے وطن خراسان ہی میں نشوونما پاتی رہی۔ پھر ایک مدّت کے بعد اس خاندان کے کوئی بزرگ برِّصغیر پاک و ہند میں وارد ہوئے بعض کا خیال ہے کہ حضرت خواجہ گیسودراز قدّس سرّہ کے دادا بزرگوار سیّد علی الحسینی رحمہ اللہ ہرات سے تشریف لائے اور دلیّ میں فروکش ہوئے لیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ حضرت خواجہ گیسودرازؒ کے والدِ گرامی سیّد یوسف" سیّد راجا" اور والدہ ماجدہ " بی بی رانی" کے لقب سے معروف تھے غیر ملک سے آئے ہوئے کسی خاندان میں مقامی عرفی نام اتنی جلد رائج نہیں ہو پاتے۔

حضرت زید الجندی کا مزارِ مبارک حضرت خواجہ گیسودرازؒ کے زمانے

تک معروف تھا البتّہ آج کل اس کے صحیح آثار دریافت طلب ہیں۔ واللہ اعلم بالصّواب۔"

سیّدِ نفیس کے نانا حضرت عبدالغنی شاہ رحمہ اللہ(م ۱۳۵۹ھ/ ۱۹۴۱ء) سلسلۂ قادریہ نقشبندیہ کے باکرامت شیخ تھے۔ اس لئے سیّدِ نفیس کی فطرت کا خمیر ہی شریعت، روحانیت، نفاست اور محبّت کے عناصرِ اربعہ سے گوندھا گیا ہے۔ طبیعت چونکہ فطرۃً تصوّف کی طرف مائل تھی اور اللہ نے ذوقِ جمالیات کے ساتھ حسّاس و دردمند دل کی نعمت سے نوازا تھا اس لئے مرشدِ کامل تک پہنچنے کے لئے اضطراب و تشنگی روز بروز بڑھتی ہی رہی۔ آپ اپنے ایک مضمون "سیرِ گلبرگہ" میں اس زمانے کی کیفیت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ادھر ایک عرصہ سے میرے دل کا یہ حال تھا کہ اندر ہی اندر خدا طلبی کی آگ سلگ رہی تھی، بزرگوں کے تذکرے اکثر میرے زیرِ مطالعہ رہتے تھے۔ اس طرح اپنے اس ذوق کو تسکین دیتا رہا، لیکن یہ پیاس کتابوں سے کہاں بجھنے والی تھی بلکہ یہ تو کسی "پیرِ مغاں" کے انتظار میں تھی جو صراحیِ دل سے کچھ اس طرح پلائے کہ ہونٹوں کو خبر تک نہ ہو اور پیمانۂ قلب لبریز ہو جائے۔ آخرِ کار مشیّتِ خداوندی نے مرشد المشائخ، قطبُ الارشاد، حضرتِ اقدس مولانا شاہ

عبدالقادر رائپوری نوّراللہ مرقدہ کی خدمتِ بابرکت میں پہنچا دیا۔"

درِ "پیرِ مغاں" پر

حضرت رائپوری رحمہ اللہ کی پہلی زیارت ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء) میں ہوئی، دوسری اگلے ہی سال ۱۱ جمادی الاول ۱۳۷۷ھ(مطابق ۴ دسمبر ۱۹۵۷ء) کو ہوئی۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری رحمہ اللہ مزنگ چونگی لاہور میں صوفی عبدالحمید صاحب کے بنگلہ میں قیام فرما تھے ایک زبردست کشش اور جذبہ صادق انہیں گوہرِ مقصود تک لے گیا اور یہ حضرت رائپوری رحمہ اللہ کے دامنِ ارادت سے وابستہ ہوگئے۔ آپ نے انھیں سلیم الفطرت، باصلاحیت و با استعداد سالکِ راہِ طریقت پا کر قریباً ایک سال کے عرصہ میں نعمتِ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

ایک بار حضرت رائپوری رحمہ اللہ نے سیّدِ نفیس سے دریافت فرمایا: "شعر کا ذوق بھی ہے؟" انہوں نے عرض کیا "حضرت بہت زیادہ ذوق و شوق ہے" حضرت رائپوریؒ نے فرمایا" جب کسی کی شادی ہوتی ہے تو اس کا جی چاہتا ہے کہ خوب رونق اور چہل پہل ہو مگر جب وصال کا لمحہ آپہنچتا ہے تو اپنے اور محبوب کے درمیان کسی غیر کا وجود برداشت نہیں کرسکتا۔" سید نفیس نے اپنے ذوقِ شعر گوئی کے بارے میں فرمایا، "مرشدی و مولائی حضرت

رائپوری رحمہ اللہ کے اس بلیغ جملہ میں اک جہانِ معنیٰ پوشیدہ تھا۔ یہ عارفانہ جملہ آپؒ کی زبانِ فیضِ ترجمان سے سننے کے بعد سے میری ذہنی کیفیت ہی بدل گئی، طبیعت میں وہ پہلے سا جوش و خروش نہ رہا، چنانچہ کبھی کبھی کوئی شعر ہوتا تھا۔ اب شعر گوئی کا "ذوق" تو باقی رہ گیا ہے مگر "شوق" بالکل جاتا رہا، اور شاذ ہی کوئی نعت یا نظم موزوں ہوتی ہے۔"

اپنے شیخِ طریقت کے سایۂ محبّت و عافیت میں ۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۱ء کا درمیانی عرصہ سیّد نفیس کی روحانی تربیت اور مدارجِ سلوک کا زمانہ ہے چنانچہ اِس دوران میں انہوں نے شعر گوئی کی جانب زیادہ توجّہ نہ فرمائی۔ اس تبدیلیٔ مزاج کے بعد سیّد نفیس کی شاعری کا ایک نیا دَور شروع ہوا۔ آپ نے روایتی غزل کی بجائے نظم کہنے کی طرف خود کو مائل پایا۔ آئندہ زمانے کی غزلیں بھی نظم یا نعت کا رنگ اور مزاج لئے ہوئے ہیں پیشِ نظر مجموعۂ کلام بیشتر اسی مزاج اور ذوق کی صدائے بازگشت ہے۔

۱۹۵۸ءاور ۱۹۷۰ء کے درمیانی عرصہ میں بہت سی خوبصورت نظمیں کہی گئیں۔ اپنے شعری محاسن، نُدرتِ خیال اور بلندیٔ فکر کے لحاظ سے یہ منظومات اعلیٰ معیار کی حامل ہیں۔ اِن میں شاعر کا رہوارِ فکر ان کی آئیڈیل شخصیات مثلاً حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت خواجہ گیسودراز رحمہ اللہ،

حضرت مولانا رشید احمد محدّث گنگوہیؒ اور قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری رحمہ اللہ کے اوصاف حمیدہ کا طواف کرتا دکھائی دیتا ہے۔ اور شاعر کی زبان ان عظیم ہستیوں کی محبّت میں نغمہ زن ہے۔ سیّدِ نفیس کو اپنے مرشدِ روحانی شاہ عبدالقادر رائپوریؒ سے انتہائی گہرا عشق ہے۔ سیّدِ نفیس الحسینی بلاشبہ شیخِ زمانہ ہیں، اُن کی مجلس میں معارف و حِکَم سے مستفیض ہونے والوں کو علم ہے کہ وہ تصوّف و طریقت کے آداب و اشغال اپنے شیخؒ ہی کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں اور منازلِ سلوک بھی مریدانِ باصفا کو انہی کے اندازِ تربیت میں طے کراتے ہیں۔ عموماً انہی کے ملفوظات روایت کرتے ہیں اس لئے اپنے کلامِ منظوم میں بھی سیّدِ نفیس نے اپنے مرشدِ روحانی سے والہانہ محبّت و عقیدت کے جذبات اور آپؒ کی دلآویز شخصیت کو اپنے اشعار کی زینت بنایا ہے:

زاہدِ خُود پسند کیا جانے　　وقت کا بایزیدؒ ہے ساقی
اللہ اللہ! فریدِ ثانی ہے　　یعنی فردِ فریدؒ ہے ساقی
لوگ کہتے ہیں جسکو شاہِ نفیسؔ　　تیرا ادنیٰ مرید ہے ساقی

انہی کے بارے میں ایک اور نظم ''تصوّر'' میں فرماتے ہیں:

وہ فرخندہ جبیں مسند نشیں ہے　　دلوں کی سلطنت زیرِ نگیں ہے

بڑا فیاض ہے وہ شاہِ خوباں کشادہ دل کشادہ آستیں ہے

ایک اور غزل کے اشعار ہیں:

ساقی! تِری نظر پہ مِری زندگی نثار تیرے فیوض رُوکشِ پنجاب ہوگئے
ضرب المثل تھیں جن کی بلانوشیاں نفیسؔ ساقی کے دُردِ جام سے سیراب ہوگئے

شیخِ طریقت کا وصال

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری قدّس اللہ سرّہ کا وصال لاہور میں ۱۴ ربیع الاوّل ۱۳۸۲ھ/ ۱۶ اگست ۱۹۶۲ء کو ہوا۔

سیّدِ نفیس جیسے حسّاس و دردمند شاعر اور مرشدِ روحانی کے عشق میں سر تا پا غرق سالکِ راہِ طریقت کے لئے اپنے شیخ کے وصال کا صدمہ برداشت کرنا ایک مشکل مرحلہ تھا جسے انہوں نے اپنی غیر معمولی ہمّت اور صبر سے طے کیا۔ اس حادثۂ جاں کاہ پر کہی گئی نظم ''آہ قطب الارشاد گذشت'' ایک تاریخی نظم اور جذبات غم سے بھرپور بہت عمدہ مرثیہ ہے۔ چھوٹی بحر کی اس مترنّم نظم کو پڑھتے ہوئے بار بار یہ تاثر ابھرتا ہے کہ ایک عاشقِ صادق عالمِ تنہائی میں اپنے محبوب کے ہجر و فراق میں گیلی لکڑی کی طرح دھیرے دھیرے سلگ رہا ہے اور قطراتِ اشک ٹپ ٹپ گر رہے ہیں:

اے غمِ جاناں! اے غمِ جانم! دل ہے پُر خُوں، آنکھیں پُرنم

تجھ سا دیکھا نہ تجھ سا پایا　　اُتر، دکھن ، پورب ، پچھم
آہ ترا انداز محبّت　　عشق میں شعلہ، حسن میں شبنم
آہ نفیسِ زار کی حالت　　بیکل بیکل بے دم بے دم
سینہ بریاں ، دیدہ گریاں　　آہ کہ اب کس حال میں ہیں ہم
آہ کہ تجھ بن چین نہیں ہے　　یاد ہے تیری پیہم پیہم

پروفیسر غلام نظام الدّین صاحب(م ۱۹۹۹ء) نے اپنے ایک مضمون میں سیّدِ نفیس کی دل آویز شخصیت، فن اور اس ''نظمِ رثا'' پر بہت جامع، خوبصورت اور فاضلانہ تبصرہ کیا ہے۔ مناسب ہے کہ اس مضمون سے کچھ سطور یہاں نقل کردی جائیں:

''اُن کی ایک نظمِ رثا جو انھوں نے اپنے پیر ومُرشد حضرت مولانا عبدالقادر رائپوریؒ کے وصال (۱۹۶۲ء) پر لکھی اور لاہور کے ایک رسالہ میں چھپی، میری نظر سے گزری ہے۔

شاہ صاحب نے مرثیہ کی بحر کے انتخاب میں فنّی خوش سلیقگی کا عمدہ مظاہرہ کیا ہے۔ نظم کی پوری فضا میں ٹھہراؤ اور حزن انگیز سکون نظر آتا ہے۔ چھوٹی بحر میں مصوّت بلند (حروف علّت ا،و،ی) کے بکثرت استعمال سے اشعار میں ایک فریاد کی لَے پیدا ہوگئی ہے۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک

درد بھرا دل ایک سوزناک آہ کھینچ کر سوختہ ہو گیا ہے اور ہر لحت سے غم والم کا لاوا امڈا چلا آتا ہے:

اے غمِ جاناں، اے غمِ جانم
دل ہے پُرخوں، آنکھیں پُرنم

بعض اشعار میں اندیشہ وخیال کی وسیع دنیائیں ایک شگفتہ اور برجستہ اختصار میں سمٹ آئی ہیں۔ لیکن ساتھ ہی ایک صراحت اور تابناک چکا چوند بھی پیدا ہو گئی ہے۔ ایسے اشعار میں افعال کا استعمال کم ہے۔ لفظوں کے تکرار اور املا کی علامت "واو" (= کاما) کو افعال کا قائم مقام ٹھہرایا ہے، مثلاً،

اللہ اللہ! اُن کا عالَم	عشق سراپا، حُسن مجسّم
قطبِ زمانہ، غوثِ یگانہ	رشکِ جنیدؒ و شبلیؒ و ادہمؒ
لاکھوں دلبر لیکن پھر بھی	تیرا عالَم، تیرا عالَم
حسنِ تکلّم، رنگِ تبسّم	غم کا مداوا، زخم کا مرہم
گاہ اشارہ، گاہ کنایہ	مجمل مجمل، مُبہم مُبہم

مختصر بحر کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے، بعض اوقات حذفِ افعال سے اشعار میں ایک ترکیبی صورت پیدا ہو گئی ہے، لیکن اس کے باوجود لہجہ "فارسیّت" سے گرانبار نہیں ہو۔ اور اس میں اردو کی چاشنی اور لطفِ عذوبت

پوری طرح جلوہ نما ہے ؎

عسکریِٔ اصحابِؓ مقدّس   لشکریِٔ پیغمبرِ خاتم
نورِ شریعت، فیضِ طریقت   جاری ساری باہم باہم
سوزِ مروّت لحظہ لحظہ   دردِ محبّت پیہم پیہم

صنائع بدائع لفظی و معنوی اور سجع کا استعمال اس خوبی سے ہوا ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے دانستہ یہ وسائل اختیار نہیں کئے بلکہ کلام میں محسّنات یونہی بے خودی کے عالم میں دُزدیدہ در آئے ہیں۔

فانی فی اللہ، باقی باللہ   ختم انھی پر اُن کا عالَم
جامعِ سنت ، قامعِ بدعت   نائبِ حضرتِ فخرِ دو عالَم
ذِکر کی دنیا، سُونی سُونی   فکر کا عالَم درہم برہم
دنیا دنیا ، عقبیٰ عقبیٰ   عالَم عالَم ، تیرا ماتم
تجھ سا نہ دیکھا، تجھ سا نہ پایا   اُتّر، دکھّن ، پورب، پچھّم "

ایک اور معرکہ آرا نظم

آپ کی بہترین نظموں میں سے ایک نظم " برمزارِ قُطبُ الارشاد " ہے سیّدِ نفیس ۱۹۷۰ء میں ہندوستان گئے تو اپنے سلسلۂ طریقت کے

ایک عظیم نورانی ستون قطبُ الارشاد، مجدّد العصر، مولانا رشید احمد محدّث گنگوہی قدس اللہ سرّہ کے مزارِ مبارک پر تشریف لے گئے۔ یہ نظم اسی کیفیتِ حضوری کی یادگار ہے۔ جذبات و خیالات، فکرو فن اور محاسنِ شعری کے اعتبار سے یہ ان کی نمائندہ نظموں کے طور پر پیش کی جا سکتی ہے، اس نظم میں ان کے فکرو آگہی کی جولانی، جوش و ہوش کا حسین امتزاج، قدرتِ کلام اور فنّی چابکدستی اپنے عروج پر نظر آتے ہیں۔ تراکیب کی چست بندش، ہر مصرع میں نغمگی، لطیف کنایوں اور خوبصورت گاتی لہراتی بحر نے اس نذرانۂ عقیدت کو ایک شاہ کار نظم بنا دیا ہے۔ اس نظم کے بارے میں سیّدِ نفیس سے کمترین مرتّب نے یہ عرض کیا کہ یہ نظم آپ کی نمائندہ شعری تخلیقات میں شمار کی جا سکتی ہے تو سیّدِ موصوف نے بالکل بجا فرمایا۔ ''کیوں نہیں۔ اس نظم میں تذکرۂ جمیل اور اس کی کیفیّات بھی تو اس عظیم الشّان شخصیت کا فیض ہیں جن کے ہم خود نمائندہ ہیں۔''

'' **برمزارِ** قطب الارشاد'' کے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے اور اس خوبصورت نظم کی موسیقیت، شکوہِ الفاظ اور رمزیت سے لطف اندوز ہویئے:۔

یہاں اک نگار ہے خیمہ زن، یہ حریمِ حسنِ نگار ہے
یہاں محوِ جلوۂ سرمدی وہ ہزار رشکِ بہار ہے

یہاں قدُسیوں کا نزول ہے ، یہ دلیلِ حسنِ قبول ہے
یہاں سو رہا ہے وہ ناز نیں جو نبی کا عاشقِ زار ہے

یہ جنوں کا محملِ شوق ہے، یہ نظر کی منزلِ شوق ہے
مرا عشق حاصلِ شوق ہے، مرا عشق اس پہ نثار ہے

کوئی نکتہ چیں ہو ، ہُوا کرے ، مگر اے نگاہِ کمال بیں
ذرا کرکے دیکھ مُشاہدہ ، یہاں نُور ہے وہاں نار ہے

فکرو فن کا اوجِ لازوال

سیّد نفیسؔ کا جذبِ دروں اب ان کی شاعری میں اپنے عروج پر نظر آتا ہے۔ انہیں اہلِ خِرد کی نسبت اہلِ جُنوں کی مجالس زیادہ پسند آنے لگی ہیں ؎

رہتا ہے نفیسؔ اِن دنوں اربابِ جُنوں میں
دیوانہ ہے، رسوائیِ اجداد کرے ہے!

مگر ان کی اس دیوانگی پر ہزار فرزانگی قربان کہ وہ "اربابِ جُنوں" جن کی صحبت سیّدِ نفیس کو حاصل رہی وہ ہماری دنیا کے فاتر العقل اور مادہ پرستی کی زنجیروں میں جکڑے ذہنی مریض نہیں ہیں یہ تو وہ خدامست عشّاق ہیں جو اس مادہ پرست دنیا اور اہلِ ہوس کو ٹھوکر مار کر بادۂ عشقِ الہیٰ کے اور ہی طرح کے

نشے سے مخمور ہیں؎

بآں گروہ کہ از ساغرِ وفا مستند
سلامِ ما برسانید ہر کجا ہستند

اس زمانے کی غزلیں اور نظمیں سیّدِ نفیس کے فکرِ سلیم، ذوقِ نظر اور ہمّت بلند کی آئینہ دار ہیں ان کے خیال میں اگرچہ گردشِ حالات نے ان کی فطری صلاحیتوں کو بہت متاثر کیا تھا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ فنِ خطاطی، روحانی منازل اور شعر و ادب کے میدان میں وہ ترقی کے مراحل نہایت سرعت سے طے کر رہے ہیں اور عالمِ جوشِ جنوں میں ''رندِ بادۂ الست'' کے منہ سے بعض باتیں ایسی نکل جاتی ہیں جنہیں سن کر اربابِ ہوش حیران سے ہو جاتے ہیں؎

فکرِ سلیم، ذوقِ نظر، ہمّتِ بلند
ہر چیز نذرِ گردشِ حالات ہو گئی
اربابِ ہوش اپنا سا منہ لے کے رہ گئے
جوشِ جنوں میں مجھ سے کوئی بات ہو گئی

۱۳۹۳ھ(۱۹۷۳ء) میں عید الفطر کے روز کہی گئی ایک غزل اپنی ظاہری ہیئت کے اعتبار سے غزل ہو تو ہو مگر اپنی وحدتِ خیال و جذبات اور دو قطعہ بند کی موجودگی میں اردو زبان کی جدید نظم کے زمرہ میں شمار کی جاسکتی

ہے۔ اس خوبصورت غزل کا عنوان اگر "ساقی" بھی لکھ دیا جائے تو شاید مضائقہ نہ ہوگا

آج روزِ سعید ہے ساقی لاصبوحی کہ عید ہے ساقی
دوستوں کا فراق لائی ہے عید غم کی نوید ہے ساقی
رُوئے جاناں کو ڈھونڈتی ہے نگاہ حسرتِ باز دید ہے ساقی
مے کشانِ الست وجد میں ہیں شورِ "**ھل من مزید**" ہے ساقی
"**نحن اقرب الیه**" کی دُھن پر رقصِ "حبل الورید" ہے ساقی
عہدِ حاضر میں اہلِ حق کا امام سیّد احمد شہیدؒ ہے ساقی
صبحِ نو کی شفق کو غور سے دیکھ رنگِ خونِ شہید ہے ساقی

۱۹۶۴ء میں فارسی زبان اور چھوٹی بحر میں کہی گئی ایک اور قابلِ ذکر نظم "اے رونق بزم چشتیائی" "بحضور خواجۂ گیسودراز رحمہ اللہ" ہے۔ یہ سیّدِ نفیس کا اپنے جدِّ اعلیٰ کی خدمتِ عالی میں نذرانۂ عقیدت و اخلاص ہی نہیں بلکہ آپؒ کی سیرت اور کمالات کا جامع ترین اعتراف و اظہار بھی ہے۔ بقولِ سیّدِ نفیس "حضرت خواجہ گیسودراز قدّس سرّہ کو خواب میں دیکھا۔ ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہیں، میں بچّہ ہوں، حضرت کی انگشت تھامے ہوئے چل رہا ہوں۔

یکبار کہ باریاب کر دی ہم بارِ دِگر کرم نمائی"

نفائس النّبی ﷺ : نعتیہ کلام

حضرت سیّدِ نفیس راوی ہیں کہ حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری رحمہ اللہ نے اپنی ایک مجلس میں فرمایا تھا۔ ''عشقِ مجازی تو عشقِ شیخ کا نام ہے اور جس کو لوگ عشقِ مجازی سمجھتے ہیں وہ تو مہلک ہے''۔

۱۹۷۰ء کے بعد سید نفیس کی شاعری کا وہ دَور شروع ہوتا ہے جس میں طریقت کا یہ سالکِ مجذوب اپنے عشقِ مجازی میں ''فنافی الشیخ'' سے اگلے مرحلے یعنی ''فنافی الرّسول'' کے مقام میں رسوخ حاصل کرچکا ہے۔ اب شاعری میں اُن کے افکار وخیالات کا دھارا اُن کی راہ سلوک کے ساتھ ساتھ بہتا معلوم ہوتا ہے ۔ اُن کی شاعری کو طریقت و سلوک اور اُن کے محسوسات کے اظہار سے جدا کرنا مشکل ہے۔ جدید ادبی اصطلاح میں کہہ سکتے ہیں کہ اُن کی سائیکی میں سب سے شدید جذبہ جنابِ رسالت مآب ﷺ سے عشق ہے جس کے شاعرانہ اظہار کو انھوں نے ''نفائسَ النبی ﷺ'' کا نادر نام دیا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ شاعری کے بارے میں ان کے شیخِ طریقت کے فرمودہ لطیف و بلیغ اشارہ نے، جس کا تذکرہ ہم گذشتہ صفحات میں کر آئے ہیں، غزل اور دیگر اصناف سخن میں سیّدِ نفیس کی شعر گوئی اوران کی طبیعت کی جولانی کے شعلۂ جوّالا کو دھیما کردیا مگر جگر کی یہ آگ بجھنے کی بجائے نعت گوئی کے میدان میں بھڑک اٹھی

اور وہ زیادہ تر نعت کہنے لگے۔ اس ارتقائے فکری و فنّی میں ان کی نسبتِ روحانی کی علاوہ خاندانی اور نسبی تعلّق کا بھی کافی دخل ہے۔ انہیں اپنی عالی نسبی پر کوئی فخر نہیں بلکہ بقولِ خود ''اپنے اجدادِ عظّام کے کارہائے نمایاں، علمی اور دینی خدمات اور ان کے روشن اور مصفّا کردار کے مقابلے میں اپنی بے بضاعتی اور کوتاہی پر ایک طرح کا احساسِ ندامت مضطرب کئے رکھتا ہے'' دوسری طرف وہ حضورِ اقدس ﷺ کے ساتھ نسبی تعلق پر اللہ تعالیٰ کے اس انعام و احسانِ عظیم کے ہمہ وقت شکر گذار رہتے ہیں ؎

قرابت با تو شد اعزازِ اُمّت بحمد اللہ منِ درویش دارم

حضور نبی اکرم ﷺ کے دامنِ عترت و رحمت سے وابستہ ہونے اور اُمّت مُسلمہ پر آپ کے عظیم احسانات کا احساس و اعتراف انہیں مدحتِ خواجۂ دوجہاں پر راغب کرتا ہے وہ اپنی صلاحیّتوں اور کمالِ ہنر کو حضورِ اقدس ﷺ کا صدقہ سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عنفوانِ شباب سے پیرانہ سالی کی منزلِ تقدّس و عظمت تک ان کی زبانِ حق ترجمان حضور نبی اکرم ﷺ کی محبّت میں رطبُ اللسان اور آپ کی شانِ عالی کی ہمیشہ مدح سرا رہی ہے۔ سیّدِ نفیس کا نعتیہ کلام پڑھ کر ان کے جذباتِ عقیدت کے خلوص اور گہرائی کا احساس ہوتا ہے۔ وہ دورِ حاضر کے شعراء کی روایت اور تقلیدِ محض میں نعت نہیں کہتے بلکہ

ان کے نعتیہ اشعار عقیدت کی سچائی، خلوص کی گہرائی اور جذبات کی شدّت سے بھر پور نظر آتے ہیں۔ وہ اپنے قاری کو اسی جذبہِ عشق و محبّت اور ادب و احترامِ رسول اکرم ﷺ سے سرشار کر دیتے ہیں جو خود ان کے رگ و ریشے میں رواں دواں ہے۔ ان کے نعتیہ اشعار پڑھتے ہوئے ہماری آنکھیں فرطِ عقیدت و محبّتِ رسول اللہ ﷺ سے ہر بار نم ناک ہو جاتی ہیں۔

۱۹۸۳ ء میں رسول اللہ ﷺ کے روضۂ اطہر پر حاضری کے موقع پر بے پایاں کیف و سرور کے عالم میں کھے گئے ان کی نعت "سراپائے اقدس" کے یہ شعار ملاحظہ فرمایئے، مجھے یقین ہے کہ آپ کی آنکھیں بھی ضرور پُرنم ہو جائیں گی ؎

اے رسولِ امیں، خاتم المرسلیں، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں
ہے عقیدہ یہ اپنا بصدق و یقیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
اے براہیمی و ہاشمی خوش لقب، اے تُو عالی نسب، اے تُو والا حسب
دودمانِ قریشی کے دُرِّ ثمیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
تیرے انداز میں وسعتیں فرش کی، تیری پرواز میں رفعتیں عرش کی
تیرے انفاس میں خُلد کی یاسمیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

کہکشاں ضَو ترے سر مدی تاج کی، زلفِ تاباں حسیں رات معراج کی
لیلتہ القدر تیری منوّر جبیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

اس نعت شریف کے بارے میں سیّدِ نفیس نے بتایا کہ وہ حضورِ اقدس نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضۂ اطہر پر حاضری میں یہ ہدیۂ عقیدت بادیدۂ نم پیش فرماتے رہے ہیں۔

عشق و محبّتِ رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ڈوبے یہ "نفائس النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم" سن کر کون سنگ دل ہوگا جو گداز اور بے چین نہ ہو جائے اور شاعر کے اسی جذبۂ محبّت سے سرشار ہو کر دھڑکتے دل اور کپکپاتے ہونٹوں سے یہ اشعار نہ گنگنانے لگے

عطا قدموں میں ہو دائم حضوری ، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)
ہے اب ناقابلِ برداشت دوری ، یارسولؐ اللہ
اجازت ہو تو کچھ چشمانِ تر سے بھی بیاں کر لوں
ابھی ہے داستانِ غم ادھوری ، یارسولؐ اللہ
دمِ رخصت نفیسؔ اشکوں سے تَر ہے ، رحم فرماؤ
خدارا اک جھلک ہلکی سی، نوری ، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

سیّد نفیس کے انکسار کا عالم یہ ہے کہ اس "دُر بارِ دُربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں

شرفِ باریابی پانے کے باوجود وہ خود کو اس بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضری کے قابل نہیں سمجھتے ؎

بارگاہِ سیّدِ کونین میں آکر نفیسؔ
سوچتا ہوں کیسے آیا، میں تو اس قابل نہ تھا،

اپنی نظم ''بحضورِ ساقیِ کوثر ﷺ'' میں حضورِ اقدس ﷺ کی خدمتِ عالی میں ''ان کے در کا غلام ابنِ غلام'' سیّد نفیس ''اَن گنت درود و سلام'' کا ہدیہ پیش کرنے کے بعد اپنا ''غمِ دل'' یوں عرض کرتا ہے ؎

خوار ہے عالَمِ اسلام نصاریٰ کے تلے
آج اُمّت کا دِگرگوں ہے نظام اے ساقی

وہ اپنی تہی دامنی کے شدید احساس اور اپنی زیست کی ڈھلتی شام کے پیشِ نظر حضور شافعِ محشر ﷺ کی شفاعت کو اپنا سرمایہ اور آخرت کے لئے زادِ سفر سمجھتے ہیں ؎

ایک امّیدِ شفاعت ہے فقط زادِ سفر
جس سے ہمّت سی ہے کچھ گام بہ گام اے ساقی

خاتم الانبیاء ﷺ بلاشبہ ''ماہِ تمام'' ہیں سیّد نفیس آپ ﷺ کی ذاتِ

ختم المرسلین کو "مسکِ ختام" سے تشبیہ دیتے ہیں ؎

مہ جبیں لاکھ سہی شہرۂ آفاق مگر
اُن کے حلقے میں ہے تو ماہِ تمام اے ساقی

نازنیں ایک سے اِک بڑھ کے جہاں میں آئے
ہے تری ذات مگر مِسکِ خِتام اے ساقی

بتقاضائے بشری اپنی کوتاہوں کے احساس کے ساتھ وہ شافعِ محشر کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں ؎

یہ التجا ہے کہ روزِ محشر گناہگاروں پہ بھی نظر ہو
شفیعِ اُمّت کو ہم غریبوں کی چشمِ تر کا سلام پہنچے

سوز و گداز سے بھرپور ایک اور نعت شریف "لاکھوں سلام" میں حضور اقدس ﷺ کی خدمتِ عالیہ میں ہدیۂ سلام یوں پیش فرما رہے ہیں ؎

رُوکشِ حسنِ یوسف ہے جِس کا جمال
اُس نگارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

جس کے دو پھول پیارے حسنؓ اور حسینؓ
شاخسارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

اس طویل نعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اظہارِ عقیدت و محبّت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیّبہ کے مختلف پہلو نمایاں کیے گئے ہیں۔ اس کے اشعار میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں نذرانہ درود و سلام پیش کرنے کے بعد بالترتیب جبریل امیں علیہ السلام، کعبۃ اللہ، بُرّاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، بدر و اُحد، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، حسنین کریمین رضی اللہ عنہما، جملہ اصحابِ نبی رضی اللہ عنہم اور ساری اُمّتِ محمّدی کو نذرانۂ سلام پیش کیا گیا ہے۔

ایک اور نعت میں سیّد نفیس اُمّتِ مسلمہ اور تمام انسانیت کے دکھوں کا مداوا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہی کو سمجھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی جانب نظریں لگائے ہوئے ہیں؎

خیال فرما کہ چشمِ عالَم تری ہی جانب لگی ہوئی ہے
نگاہ فرما کہ ساری اُمّت کی میٹھی چاہیں ترس رہی ہیں

یہاں فکر و خیال کی ایک حسّاس اور ناقدانہ لہر سیّد صاحب کو اپنے زمانے کے خانقہی سلسلوں کی بے رونقی پر بھی افسردہ دل کر دیتی ہے؎

نفیسؔ کیسا یہ وقت آیا سلوک واحساں کے سِلسلوں پر
جہاں مشائخ کی رونقیں تھیں وہ خانقاہیں ترس رہی ہیں

''فنا فی الرّسول'' کی منزل کا یہ عارفِ باتمکین اِک خاص مقام پر عالَمِ بے خودی میں پکار اُٹھتا ہے ؎

ہاں، نقش پائے ختمِ رُسُل میرا تخت ہے
اور سر کا تاج خاکِ نِعالِ رسول ﷺ ہے،

سیّد نفیس اپنی تمام علمی فکری اور فنّی صلاحیتوں کو حضرت محمّد مصطفیٰ ﷺ کی نگاہِ کرم کا صدقہ سمجھ کر دل سے اس کا اعتراف و اظہار فرماتے ہیں ؎

مِرا قلم بھی ہے اُن کا صدقہ، مِرے ہُنر پر ہے اُن کا سایہ
حضورِ خواجہؐ مِرے قلم کا مِرے ہُنر کا سلام پہنچے

مناقبِ اصحابؓ و اولادِ نبی ﷺ

سیّدِ نفیسِ محترم کو جہاں نبی مکرّم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے غایت درجہ عشق ہے وہاں اس سعادت کے ثمرہ میں انہیں جملہ اصحابِ نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے اہلِ بیت اطہارؓ کی محبّت بھی مبداء فیض سے بے پایاں ملی ہے۔ انہوں نے اپنے اشعار میں نعتِ نبی ﷺ کے ساتھ صحابہ کرامؓ اور اہل

بیتِ عظّام سے اپنی گہری محبّت اور احترام کا کھلے دل سے اعتراف اور اظہار کیا ہے ؎

جس قلب میں یارانِ نبی کی ہو عقیدت کھلتے ہیں اُسی قلب پہ اسرارِ مدینہ
معمور صحابہؓ کی محبت سے رہے گا وہ سینہ کہ ہے مہبطِ انوارِ مدینہ
وہ آلِ محمدؐ ہوں کہ اصحابِ محمدؐ ہیں زینتِ دربارِ دُرر بارِ مدینہ
آلِ اطہار کے صدقے ہو عطا اک ساغر اک پیالہ پئے اصحابِ کرام اے ساقی
حسنِ حسنؓ کو دیکھ، حسینِ حسینؓ کو دیکھ دونوں میں جلوہ ریز جمالِ رسولؐ ہے
بوبکرؓ ہوں، عمرؓ ہوں وہ عثمانؓ ہو یا علیؓ چاروں سے آشکار کمالِ رسولؐ ہے

مُرتّب کا اعترافِ حقیقت

سیّدی ومولائی، حضرت نفیس الحسینی شاہ صاحب (متع اللہ المسلمین بطول بقائہٖ) کی نفیس شخصیّت اور ان کے کلامِ منظوم کے محاسن پر خامہ فرسائی اور تبصرہ نقادانِ فن اور ادبیات کے اساتذۂ کرام ہی کا کام ہے اور یہ کام زیب بھی اُنھی کو دیتا۔ ناچیز مرتّب سخن فہمی سے بے بہرہ اور اصولِ انتقاد سے ناآشنا ہو کر اس گستاخی کا مرتکب کیونکر ہو سکتا تھا؟ مگر "الامر فوق الادب"

کے پیش نظر اپنے محسن و مرّبی، مرشد و استاذ اور ملجاء و ماویٰ کے حکم سے سرتابی کی ہمّت بھی نہیں پڑتی۔ اس خاکسار نے آپ سے دیرینہ و نیازمندانہ تعلّقِ خاطر کی بنا پر اپنے ادبی ذوق کی تسکین کے لئے آپ کی شخصیت کے ادبی پہلو اور ذوقِ شعر گوئی پر کچھ یادداشتیں لکھ رکھی تھیں وہی آپ کے حکم کی بجاآوری میں معاون ہوئیں چنانچہ آپ کے ''خودمنتخبہ'' کلام ''برگِ گل'' کی ترتیب، تدوین، تزئین اور طباعت کی تفویض کردہ ذمّہ داری کے تقاضہ کے تحت یہ چند طالبِ علمانہ گذارشات پیش خدمت کی گئی ہیں۔

بلاشبہ جس طرح سیّد نفیس الحسینی کی جاذبِ روح و نظر شخصیّت بذاتِ خود نفیس ہے اسی کی مانند آپ کا کلامِ منظوم بھی بے حد نفیس ہے۔ اور اس مجموعۂ منتخبہ کلامِ نفیس کا عنوان بھی ''برگِ گل'' آپ ہی کا تجویز کیا ہوا ہے۔

اگرچہ سیّد نفیس الحسینی کے ادبی مضامین و علمی مقالات، قلمی شہ پارے، اور ان کے ''جوامع الکلم'' ملفوظات بھی بے حد با معنیٰ، موثّر اور خوبصورت ہیں، ان میں کچھ تو اردو زبان کے ادبِ عالیہ میں شامل کئے جانے کے قابل ہیں لیکن فی الحال آپ کے محبّین و صاحبانِ ذوق کی تسکینِ طبع کے لئے آپ کے شاعرانہ کلام یا ''نفائسِ منظوم'' کا انتخاب پیشِ خدمت ہے۔

زیرِ نظر مجموعۂ کلام میں بیشتر منظومات زمانی ترتیب کے لحاظ سے پیش

کی گئی ہیں ماسوائے ''حمدِ باری'' کہ ہر کتاب کا آغاز اللہ تعالیٰ کے پاک نام اور اس کی تحمید و تمجید سے ہی ہونا چاہیے۔ علاوہ ازیں چند قطعاتِ تاریخی اور ''شجرۂ قمیصیہ قادریہ'' کے تکمیلی اشعار اپنی اہمیّت کے لحاظ سے ترتیبِ زمانی کی بجائے نظموں کے بعد رکھے گئے ہیں۔ اس مجموعہ کی ترتیب میں ہر قدم پر جناب سیّد نفیس الحسینی مدظلّہ العالی کی خواہش اور مشورہ شامل رہا ہے۔

اللہ پاک کی بارگاہ میں عاجزانہ التجاء مرتّب ہے کہ اِس خُدیمِ بارگاہِ نفیس کی طالبِ علمانہ کوشش کو شرفِ قبولیّت عطا فرمائے اور اس بھلی بُری سعی کے اجر میں مجھے اور میرے والدین کریمین اور تمام برادرانِ طریقت کو آخرت میں جنابِ مرشدنا و سیّدنا نفیس الحسینی مدظلّہ العالی کی معیّت میں حضورِ اقدس نبی اکرم حضرت محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار اور شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین

اظہار احمد گیلانی نفیسی قمیصی قادری

لاہور۔ ۵ مئی ۲۰۰۱ء

حمدِ باری

حَمْدِ باری مِری زباں پر ہے
وَجْد طاری مِری زباں پر ہے

دَم بَدم لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ
ذِکْر جاری مِری زباں پر ہے

ہَے تصوُّر میں رَوضۂ اطہر
نعت پیاری مِری زباں پر ہے

نعت گوئی مِرا شِعار ہُوئی
کِس نے واری مِری زباں پر ہے؟

ذِکْر پیاروں کا چار یاروںؓ کا
باری باری مِری زباں پر ہے

حرفِ مطلب ادا نہیں ہوتا
عرض بھاری مِری زباں پر ہے

صبرِ جاںکاہ میرے دل میں ہے
شُکرِ باری مِری زباں پر ہے

شب کا پِچھلا پہر ہے، اور نفیسؔ
آہ و زاری مِری زباں پر ہے

○

(صفر المظفّر ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۷ء)

دَریا جو بہ رہا ہے، سُبحان تیری قُدرت!
ہر قطرہ کہ رہا ہے، سُبحان تیری قُدرت!
جو بار اُٹھا سکے نہ، اَرض و جِبال و اَفلاک،
اِنسان سہ رہا ہے، سُبحان تیری قُدرت!

○

سکردو
صفر المظفر ۱۴۱۷ھ

نفائس النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بحضورِ سیّدالمُرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

مَیں ہر آستاں چھوڑ کر آ گیا ہُوں
مُواجہہ پہ با چشمِ تر آ گیا ہُوں

رسالت پناہا! نُبوّت کُلاہا!
اِک اُمّیدوارِ نظر آ گیا ہُوں

زمانے نے روکا، مصائب نے ٹوکا
زیارت کی خاطر مگر آ گیا ہُوں

مَحبّت کی شِدّت مجھے کھینچ لائی
عِقیدت کے پیشِ نظر آ گیا ہُوں

اِلیٰ اَصلِہٖ یَرجِعُ کُلّ شَیٍٔ
مَیں بھُولا ہُوا اپنے گھر آ گیا ہُوں

مِری راہ میں گرچہ حائل تھے دریا
خُدا کی قسم بے خطر آ گیا ہُوں

مَحبّت کے سِکّے، عقیدت کی نقدی
یہی لے کے زادِ سفر آ گیا ہُوں
مِرے پاس تک آ سکے گی نہ دُنیا
قریب آپؐ کے اِس قدر آ گیا ہُوں
مِری زِندگی ہو رہی ہے نچھاور
جو روضے پہ میں لمحہ بھر آ گیا ہُوں
مجُھے لوگ کہتے ہَیں مقبولِ احمد
اِس ارماں اِس اُمّید پر آ گیا ہُوں

○

۱۹۵۱ - ۵۲ء

ہ سیّد نفیس الحسینی کے خاندان کے بزرگ عارفِ ربّانی صوفی سیّد شاہ مقبول احمد (م ۱۹۷۸ء) نے ۱۹۶۳ء میں حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے روضۂ اطہر پر پہلی حاضری کے وقت یہ نعت پیش کی۔ (مرتّب)

یا رسُولَ اللہ صلّی اللہ علیک وسلّم

یہ درماندہ مواجہ شریف پر حاضرِ خدمتِ اقدس ہُوا تو فوراً ہی ایک
شعر وارد ہوگیا۔ بعد میں تدریجاً مدینہ منوّرہ ہی میں اور شعر بھی ہوگئے
آخری شعر رخصت کے وقت ہُوا ——— نفیسؔ

عطا قدموں میں ہو دائم حضوُری ، یا رسُول اللہؐ
ہے اب ناقابلِ برداشت دُوری ، یا رسُول اللہؐ

عنایت ہو اگر اِک لمحہ ، اپنی خاص خَلوت کا
مجُھے اِک عرض کرنی ہے ضروری ، یا رسُول اللہؐ

اجازت ہو تو کچھ چشمانِ تر سے بھی بیاں کر لُوں
ابھی ہے داستانِ غم ادُھوری ، یا رسُول اللہؐ

مِری غایت تمنّا ہے ، درِ اَقدس کی دَربانی
زہے عِزّت ، اگر ہو جائے پُوری ، یا رسُول اللہؐ

مدینے ہی میں آکر راحت و تسکِین پاتی ہے
دلِ فُرقت زدہ کی ناصبُوری ، یا رسُول اللہؐ

دمِ رُخصت نفیسؔ اشکوں سے تر ہے رحم فرماؤ
خُدارا اِک جھلک ہلکی سی، نُوری ، یا رسُول اللہؐ

(صلّی اللہ علیٰ خیرِ خلقہٖ محمّدؐ وآلہٖ وسلّم)

پہلی حاضری : جمعرات یکم ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ ۸ ستمبر ۱۹۸۳ء

یہی بات کہنے کو جی چاہتا ہے
مدینے میں رہنے کو جی چاہتا ہے

سراپائے اقدس صلّی اللہ علیٰ خیرِ خلقہٖ وآلہٖ وسلّم

اے رسولِ امیںؐ ، خاتمُ المرسلیںؐ ، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں
ہے عقیدہ یہ اپنا بصدق و یقیں ، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

اے براہیمی و ہاشمی خوش لقب ، اے تو عالی نسب ، اے تو والا حسب
دودمانِ قریشی کے دُرِّ ثمیں ، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

دستِ قدرت نے ایسا بنایا تجھے ، جملہ اوصاف سے خود سجایا تجھے
اے ازل کے حسیں ، اے ابد کے حسیں ، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

بزمِ کونین پہلے سجائی گئی ، پھر تری ذات منظر پہ لائی گئی
سیّدُ الاوّلیں ، سیّدُ الآخریں ، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

تیرا سکّہ رواں کُل جہاں میں ہُوا ، اِس زمیں میں ہُوا ، آسماں میں ہُوا
کیا عرب ، کیا عجم ، سب ہیں زیرِ نگیں ، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

تیرے انداز میں وسعتیں فرش کی ، تیری پرواز میں رفعتیں عرش کی
تیرے انفاس میں خلد کی یاسمیں ، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

"سِدرَۃُ المُنتہیٰ" رہگزر ہیں تری، "قابَ قوسین" گردِ سفر ہیں تری
تُو ہے حق کے قریں، حق ہے تیرے قریں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

کہکشاں ضَو ترے سَرمدی تاج کی، زُلفِ تاباں حَسیں رات معراج کی
"لیلۃُ القدر" تیری مُنوّر جبیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

مُصطفےٰ مُجتبیٰ، تیری مدح و ثنا، میرے بس میں نہیں، دَسترس میں نہیں
دِل کو ہمّت نہیں، لَب کو یارا نہیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

کوئی بتلائے کیسے سَراپا لکھوں، کوئی ہے! وہ کہ مَیں جس کو تجھ سا کہوں
توبہ توبہ! نہیں کوئی تجھ سا نہیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

چار یاروں کی شانِ جلی ہے بھلی، ہیں یہ صِدّیقؓ، فاروقؓ، عثمانؓ، علیؓ
شاہدِ عَدل ہیں یہ ترے جانشیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

اے سراپا نفیسؔ انفَسِ دوجہاں، سَرورِ دلبراں دلبرِ عاشقاں
ڈھونڈتی ہے تجھے میری جانِ حزیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

(۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء)

بحضورِ ساقیٔ کوثر صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

اللہ اللہ ! محمّد ترا نام اے ساقی
اَن گِنت تجھ پہ درُود اور سلام اے ساقی
بعد اللہ کے ہے تیرا مقام اے ساقی
کِس کی جرُأت ہے کرے اِس میں کلام اے ساقی
از اَزل تا بہ اَبد تیری ہی سرداری ہے
سیّدُ الکُل ہے تُو، ہے سب کا اِمام اے ساقی
تجھ پہ اللہ کی رحمت کا ہے سایہ ہر دَم
کُل جہاں پر تری رحمت ہے مُدام اے ساقی
فرشیوں پر تو عنایات کی کچھ حد ہی نہیں
عرشیوں پر بھی ترا فیض ہے عام اے ساقی
واسطہ تجھ کو براہیمؑ کی فرزندی کا
ایک کوثر کا چھلکتا ہُوا جام اے ساقی

آلِ اطہار رض کے صدقے ہو عطا اِک ساغر
اِک پیالہ پئے اصحاب رض کرام اے ساقی

خستہ جانوں سے کوئی پُوچھے حلاوت اِس کی
راحتِ جان و جگر ہے ترا نام اے ساقی

کبھی تنہائی میں محسوس کیا کرتا ہُوں،
صحنِ دِل میں ترا آہستہ خرام اے ساقی

مہ جبیں لاکھ سہی شہرۂ آفاق مگر
اُن کے حلقے میں ہے تُو ماہِ تمام اے ساقی

نازنیں ایک سے اِک بڑھ کے جہاں میں آئے
ہے تری ذات مگر مِسکِ خِتام اے ساقی

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ہے خُدا کا اِرشاد
ہے اُفق تا بہ اُفق تیرا پیام اے ساقی

مِٹنے والے ہیں سبھی نقش جہانداروں کے
نقش ہے تیرا فقط نقشِ دوام اے ساقی

تجھ پہ اللہ کا اور اُس کے فرشتوں کا سلام
ہم غلاموں کی بھی جانب سے سلام اے ساقی

سوچتا ہُوں غمِ دِل عرض کرُوں یا نہ کرُوں
اِن دِنوں فِکر سے ہَے جینا حرام اے ساقی

خوار ہَے عالمِ اِسلام نصاریٰ کے تلے
آج اُمّت کا دِگرگُوں ہَے نِظام اے ساقی

نگہِ لُطف غریبوں پہ خُدا را ہو جائے
پھر سنْور جائے یہ بگڑا ہُوا کام اے ساقی

دِل مِرا ڈُوب رہا ہَے کہ تہی دامن ہُوں
ہونے والی ہَے اُدھر زیست کی شام اے ساقی

ایک اُمّیدِ شفاعت ہَے فقط زادِ سفر
جس سے ہمّت سی ہَے کُچھ گام بہ گام اے ساقی

لاج رکھنا، کہ تِرے رحم و کرم پر ہَے نفیسؔ
ہَے تِرے در کا غلام ابنِ غلام اے ساقی

○

(مدینۃ المنوّرۃ : ذوالحجہ ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء)

محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم موتی

دُنیا سیپ ، محمّد موتی ؛ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم
اُس بِن دُنیا کیسی ہوتی ؟ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

مقصودِ کونین محمّد ، مطلوبِ دارین محمّد
اُس بِن دُنیا کیسے ہوتی ؟ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

گر نہ ہوتا آمنہ جایا ، خلقت کا غم کھانے والا
خلقت میٹھی نیند نہ سوتی ؛ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

زہرؓا کا دِل غم کا مارا ، ہجرِ نبیؐ میں پارہ پارہ
گُم سُم آنسو ہار پروتی ؛ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

ساجن بِن سُکھ چین نہ آوے ، یاد اُس کی دِن رَین ستاوے
دِل تڑپے ہے ، آنکھیں روتی ؛ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

کاش مِرے محبُوب کی دَھرتی ، مجُھ پہ نفیسؔ یہ شفقت کرتی
اپنے اَندر مجُھ کو سموتی ؛ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

یکم شعبان ۱۴۱۲ھ (۱۹۹۲ء)

چھا رہی ہے گھٹا مدینے کی

چھا رہی ہے گھٹا مدینے کی
آ گئی رُت پلانے پینے کی

نہیں حسرت زیادہ جینے کی
زندگی چاہیے قرینے کی

زندگی اُس کی ، موت اُس کی ہے
خاک ہو جائے جو مدینے کی

رات دن شغلِ بادہ خواری ہے
رَمَضاں عید ہے مہینے کی

مئے افرنگ میں وہ بات کہاں
لا مِرے واسطے مدینے کی

ساقیا چھوڑ ساغر و مینا
اب پِلا دل کے آبگینے کی

ختم ہے سِلسلہ نُبوّت کا
مُہر ہے ہاشمی نگینے کی

ہفت اِقلیم سے ہے بیش بہا
خاک چُٹکی سی اِک مدینے کی

ہفت قلزم کے موتیوں سے گراں
بُوند اِک اِک ترے پسینے کی

ننگِ اولادِ مصطفٰے ہے نفیس
لاج رکھ لے خُدا کمینے کی

○

ربیع الاول ۱۴۱۵ھ (۱۹۹۴ء)

لب پر درود

لب پر درود ، دل میں خیالِ رسولؐ ہے
اب مَیں ہُوں اور کیفِ وصالِ رسولؐ ہے

دائم بہارِ گُلشنِ آلِ رسولؐ ہے
سینچا گیا لہُو سے نہالِ رسولؐ ہے

حُسنِ حسنؓ کو دیکھ ، حُسینِؓ حسین کو دیکھ
دونوں میں جلوہ ریز جمالِ رسولؐ ہے

بُوبکرؓ ہوں ، عُمرؓ ہوں ، وہ عثمانؓ ہوں یا علیؓ
چاروں سے آشکار کمالِ رسولؐ ہے

اِسلام نے غُلام کو بخشی ہیں عظمتیں
سردارِ مومنین ، بلالِؓ رسولؐ ہے

ہاں نقشِ پائے ختمِ رُسُل میرا تخت ہے
اور سَر کا تاج خاکِ نعالِ رسولؐ ہے

جامِ جَم اُس کے سامنے کیا چیز ہے نفیسؔ
جس کو نصیب جامِ سفالِ رسولؐ ہے

(شوال المکرم ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء)

سلام بحضورِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

الٰہی ! محبوبِ کُل جہاں کو ، دِل و جگر کا سلام پہنچے
نفَس نفَس کا دُرُود پہنچے ، نظَر نظَر کا سلام پہنچے

بِساطِ عالَم کی وُسعتوں سے ، جہانِ بالا کی رِفعتوں سے
مَلک مَلک کا دُرُود اُترے ، بشَر بشَر کا سلام پہنچے

حُضورؐ کی شام شام مہکے ، حُضورؐ کی رات رات جاگے
مَلائکہ کے حَسِیں جلَو میں ، سحَر سحَر کا سلام پہنچے

زبانِ فِطرت ہے اس پہ ناطِق ، ببارگاہِ نبیِّ صادق
شجَر شجَر کا دُرُود جائے ، حجَر حجَر کا سلام پہنچے

رسُولِ رحمتؐ کا بارِ احساں ، تمام خلقت کے دوش پر ہے
تو ایسے محسن کو بستی بستی ، نگر نگر کا سلام پہنچے

مِرا قلم بھی ہے اُن کا صدقہ ، مِرے ہُنر پر ہے اُن کا سایہ
حضُورِ خواجہؐ ، مِرے قلم کا ، مِرے ہُنر کا سلام پہنچے

یہ التجا ہے کہ رُوزِ محشر ، گُناہگاروں پہ بھی نظر ہو
شفیعِ اُمّتؐ کو ہم غریبوں کی چشمِ تر کا سلام پہنچے

نفیسؔ کی بس دُعا یہی ہے ، فقیر کی اب صدا یہی ہے
سَوادِ طیبہ میں رہنے والوں کو عُمر بھر کا سلام پہنچے

صلّی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلّم

شبِ عاشورۂ محرّم الحرام ۱۴۱۸ھ / ۱۴ جون ۱۹۹۷ء

لاکھوں سلام

تاجدارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام — شہر یارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام
سیّدُ الاوّلیں، سیّدُ الآخریں — نامدارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام
فخرِ اولادِ آدمؑ پہ اربوں دُرود — اِفتخارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام
وُہ براہیمی و ہاشمی خُوش نسب — شاہوارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام
وُہ جب آئے جہاں میں بہار آگئی — نو بہارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام
جلوہ گاہِ محمّد، وُہ غارِ حرا — جلوہ زارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام
جبرئیلؑ امیں، مرحبا مرحبا — راز دارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام
نُور پاشِ رسالت پہ دائم دُرود — نُور بارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام
کعبۃ اللہ حسنِ حسینِ یتیم — سایہ دارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام
وُہ جو فاران کی چوٹیوں سے اُٹھا — شہسوارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

ہر نبیؑ کی رِسالت ہُوئی مُعتبر — اِعتبارِ نُبوّت پہ لاکھوں سلام

جِس پہ ختمِ نُبوّت کا دار و مَدار — اُس مدارِ نُبوّت پہ لاکھوں سلام

رُوکشِ حُسنِ یُوسفؑ ہے جس کا جمال — اُس نِگارِ نُبوّت پہ لاکھوں سلام

سِدرۃُ المُنتہیٰ جس کی گردِ سَفر — راہوارِ نُبوّت پہ لاکھوں سلام

بَدر میں تو نزُولِ ملائک ہُوا — کار زارِ نُبوّت پہ لاکھوں سلام

کیا کہُوں جو اُحُد سے محبّت رہی — کوہسارِ نُبوّت پہ لاکھوں سلام

وہ جو پائے مُبارک کی زِینت رہا — اُس غُبارِ نُبوّت پہ لاکھوں سلام

کوئی دیکھے رفاقت اَبُوبکرؓ کی — یارِ غارِ نُبوّت پہ لاکھوں سلام

اللہ اللہ! فارُوقؓ کا دَبدَبہ — ذی وقارِ نُبوّت پہ لاکھوں سلام

بہرِ عُثمانؓ رِضواں کی بَیعت ہُوئی — جاں نثارِ نُبوّت پہ لاکھوں سلام

مُرتضیٰؓ بابِ شہرِ عُلُومِ نبیؐ — شاہکارِ نُبوّت پہ لاکھوں سلام

جِس کے دو پھُول پیارے حسنؓ اور حُسینؓ — شاخسارِ نُبوّت پہ لاکھوں سلام

ہر صحابیؓ نبیؐ پر تصدّق رہا　　جاں سپارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

ساری اُمّت پہ ہوں اَن گِنت رحمتیں　　پاسدارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

جس کو ترسا کیے چشم و دِل اے نفیسؔ

اُس دیارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

(۲۰ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ / ۲۷ مئی ۱۹۹۷ء)

اُداس راہیں

(طریقِ ہجرت سے متاثر ہو کر)

حَرَم سے طَیبہ کو آنے والے! تجھے نِگاہیں ترس رہی ہیں
جِدھر جِدھر سے گُزر کے آئے! اُداس راہیں ترس رہی ہیں

رسُولِ اَطہر جہاں بھی ٹھَیرے، وُہ منزلیں یاد کر رہی ہیں
جَبینِ اَقدس جہاں جُھکی ہے، وُہ سجدہ گاہیں ترس رہی ہیں

جو نُور افشاں تھیں لحظہ لحظہ، حضورِ انور کے دَم قدَم سے
وُہ جلوہ گاہیں تڑپ رہی ہیں، وُہ بارگاہیں ترس رہی ہیں

صبائے بَطحا غموں سے پُر ہے، فَضائے اقصیٰ بھی دُکھ بھری ہے
اب ایک مُدّت سے حال یہ ہے، اَثر کو آہیں ترس رہی ہیں

خیال فرما کہ چشمِ عالَم تری ہی جانب لگی ہُوئی ہے
نِگاہ فرما، کہ ساری اُمّت کی میٹھی چاہیں ترس رہی ہیں

نفیسؔ کیسا یہ وقت آیا، سُلوک و اِحساں کے سِلسلوں پر
جہاں مشائخ کی رونقیں تھیں، وُہ خانقاہیں ترس رہی ہیں

○

(ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۷ء)

راہِ حق کربلا کو جاتی ہے
اِس میں ہوتے ہیں سَرقَلَم، ساقی

○

گھر گھر اُجالا

حضورِ محمد ﷺ سے گھر گھر اُجالا
ظہورِ محمدؐ سے گھر گھر اُجالا
بنایا خُدا نے سِراجاً مُنیرًا
ہے نورِ محمدؐ سے گھر گھر اُجالا

○

ہے ذاتِ محمد ﷺ سے گھر گھر اُجالا
صفاتِ محمدؐ سے گھر گھر اُجالا
یہ انوارِ ذات و صفات ، اَللہ اَللہ!
حیاتِ محمدؐ سے گھر گھر اُجالا

(۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء)

اَرمغانِ مدینہ

مَست بادل سَرِ کہسار نظر آتے ہیں
فضلِ باری سے گرانبار نظر آتے ہیں

یہ جو صحرا، گُل و گُلزار نظر آتے ہیں
تیری رحمت ہی کے آثار نظر آتے ہیں

رشکِ صد یُوسفِ کِنعاں ہے مدینے کا نِگار
دو جہاں طالبِ دیدار نظر آتے ہیں

تاج ہے ختمِ نبوّت کا سرِ اَقدس پر
گِرد انوار ہی انوار نظر آتے ہیں

آج حسرت کی ہے تصویر قُبا کی مسجد
سُونے سُونے دَر و دیوار نظر آتے ہیں

اِن سیہ فام فقیروں کو حقارت سے نہ دیکھ
مجُھ کو یہ صاحبِ اَسرار نظر آتے ہیں

رِنْد تو رِنْد ہَیں زَمزم کی صُبُوحی پی کر
زاہدِ خُشک بھی سرشار نظر آتے ہَیں

حَلْق ناموسِ محمّد پہ کٹانے والے
کچھ جو ہَیں تو یہی احرار[1] نظر آتے ہَیں

جذبِ کامل ہو تو مِلتا ہَے حضُوری کا شَرَف
چشمِ ظاہر سے بھی سرکارؐ نظر آتے ہَیں

بختِ بیدار مبارک ہو اُنھیں، جِن کو نفیسؔ
خوِاب میں سیّدِ ابرارؐ نظر آتے ہَیں

یہ اشعار ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ (ستمبر ۱۹۸۳ء) میں پہلے سفرِ حج کے دوران میں مدینہ منوّرہ سے مکّہ معظّمہ جاتے ہوتے کہے گئے۔

[1] احرار : تحفّظ ختمِ نبوّت کے لیے اپنی زندگیاں لُٹانے والے مجلسِ احرار اسلام کے سرفروش جانباز کارکن۔ (مرتّب)

صحنِ حرم میں

گورے آئے ہیں، کالے آئے ہیں
سب یہاں بخت والے آئے ہیں
صُبحِ صادِق کی طرح سے اوڑھے
نُوری نُوری دوشالے آئے ہیں
یہ کفن پوش، پیکرِ تسلیم
گردنیں اپنی ڈالے آئے ہیں
اپنا سب کچُھ نِثار کرنے کو
مُصطفےٰؐ کے جیالے آئے ہیں
چھاؤنی بن گیا ہے صحنِ حرم
عاشقوں کے رسالے آئے ہیں
اپنے اپنے گھروں سے دیوانے
بے خُودی کے نِکالے آئے ہیں

درِ جاناں پہ پھوڑنے کے لیے
دِل جلے لے کے چھالے آئے ہیں

اللہ اللہ ! جمالِ محملِ دوست
تیرگی میں اُجالے آئے ہیں

مالک الملک ! اے رحیم و کریم
تیری شفقت کے پالے آئے ہیں

چشمِ نادِم برس رہی ہے نفیسؔ
خشک ہونٹوں پہ نالے آئے ہیں

○

صحنِ حرم النبوی صلی اللہ علیہ وسلم
(ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ / ستمبر ۱۹۸۳ء)

انوارِ مدینہ

اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالَم میں ہیں پھیلے ہُوئے انوارِ مدینہ

روشن رہیں دائم دَر و دیوارِ مدینہ
تا حشر رہے گرمئ بازارِ مدینہ

ہَے شہرِ نبیؐ آج بھی فردوس بَداماں
جاری ہَے وُہی موسمِ گلبارِ مدینہ

پھرتے ہَیں تصوُّر میں وہ پُرکیف مناظر
تا حدِّ نظر ہیں گُل و گُلزارِ مدینہ

جس قلب میں یارانِ نبیؐ کی ہو عقیدت
کُھلتے ہَیں اُسی قلب پہ اَسرارِ مدینہ

مَعمُور صحابہؓ کی محبّت سے رہے گا
وہ سِینہ کہ ہَے مہبطِ انوارِ مدینہ

وہ آلِ محمّد ہوں کہ اصحابِ محمّدؐ
ہَیں زینتِ دَربارِ دُرِ ربارِ مدینہ
نِسبت نہیں شاہوں سے نفیسؔ اہلِ نظر کو
کافی ہے اُنھیں نسبتِ سرکارِؐ مدینہ

○

(۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء)

مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

۱۴۰۹ھ میں حج بیت اللہ شریف سے فراغت کے بعد کچھ
اشعار حرمِ پاک میں اور کچھ جدّہ میں ہُوئے ——— نفیسؔ

○

شُکر ہے تیرا خُدایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا
تُو نے اپنے گھر بُلایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

اپنا دِیوانہ بنایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا
گِرد کعبے کے پھِرایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

مُدّتوں کی پیاس کو سَیراب تُو نے کر دِیا
جام زَمزم کا پِلایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

ڈال دی ٹھنڈک مِرے سینے میں تُو نے ساقیا
اپنے سینے سے لگایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

بھا گیا میری زباں کو ذِکر اِلاَّ اللہ کا
یہ سبق کِس نے پڑھایا ، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

خاص اپنے دَر کا رکھّا تُو نے اے مَولا مجُھے
یُوں نہیں دَر دَر پھِرایا ، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

میری کوتاہی کہ تیری یاد سے غافِل رہا
پَر نہیں تُو نے بھُلایا ، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

مَیں کہ تھا بے راہ تُو نے دستگیری آپ کی
تُو ہی مجُھ کو رہ پہ لایا ، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

عہد جو رُوزِ ازل تجُھ سے کیا تھا یاد ہے
عہد وُہ کِس نے نِبھایا ، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

تیری رحمت، تیری شفقت سے ہُوا مجُھ کو نصِیب
گُنبدِ خضرا کا سایا ، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

مَیں نے جو دیکھا سو دیکھا جلوہ گاہِ قُدس میں
اَور جو پایا سو پایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

بارگاہِ سیّدِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آکر نفیسؔ
سوچتا ہُوں، کیسے آیا؟، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

○

(۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء)

پیام آہی گیا

اللہ اللہ! جانِ جاناں کا پیام آہی گیا
لُطف کا پروانہ اِک دن میرے نام آہی گیا

جذبۂ بے اختیارِ شوق کام آہی گیا
اِک فقیرِ بے نوا تک دَورِ جام آہی گیا

عاجز و دَرماندہ، سرتاپا شکستہ، ہائے ہائے!
رفتہ رفتہ تا درِ بیت الحرام آہی گیا

آبِ حیواں کی تمنّا تھی، سو پُوری ہوگئی
چشمۂ زمزم پہ آخر تشنہ کام آہی گیا

اپنے ارماں پُورے کرلے، خُوب جی بھر کر یہاں
اے دلِ بیتاب! لے تیرا مقام آہی گیا

میری جاں جس پر فِدا، کون و مکاں جس پر نثار
سامنے وہ روضۂ خیر الانامؐ آہی گیا

اُن کی یہ ذرّہ نوازی ، اُن کا یہ جُود و کرم
بارگاہِ قُدس میں بہرِ سلام آ ہی گیا

حاضری اب ہو رہی ہے سال کے بعد اَے نفیسؔ
صبح کا بھُولا ہُوا گھر اپنے شام آ ہی گیا

○

مکۃ المکرمۃ   رمضان المبارک
مدینۃ المنورۃ   شوال المکرم ۱۴۱۶ھ / ۱۹۹۶ء

یادِ مدینہ

رَمَضاں کا جو مہینہ آیا
یاد رہ رہ کے مَدینہ آیا

ہاتھ اُٹھا کر جو دُعائیں مانگیں
ہاتھ رحمت کا خَزِینہ آیا

بارگاہِ نَبَوِیؐ میں پہنچا
جَیسے ساحِل پہ سَفِینہ آیا

حَوصلہ سامنے ہونے کا نہ تھا
مُنہ چُھپائے یہ کَمِینہ آیا

تَن بَدن کانپ رہا تھا میرا
اُف، ندامت سے پسِینہ آیا

عرض کرنا تھا دلِ زار کا حال
کچھ سلیقہ نہ قرینہ آیا

آہ افسوس! صد افسوس نفیسؔ
فصلِ گُل میں بھی نہ پینا آیا

○

(۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء)

○

توحید کا دَم بھر شام و سَحَر
اللہ کے بندے شِرک نہ کر

○

حسرت

رَمضاں بھی گزر گیا یوں ہی — چڑھ کے آیا، مگر گیا یوں ہی
مَوج آئی نہ کوئی ساحِل تک — دِل کا دَریا اُتر گیا یوں ہی
ماہِ نَو عِشق کی طَرح آیا — ہم پہ اِلزام دَھر گیا یوں ہی
کیا سُہانی سُہانی راتیں تھیں — خوِاب تھا جو بکھر گیا یوں ہی
دامنِ دِل نہ بھر سکا اَب کے — موسمِ گُل گزر گیا یوں ہی
لگ رہی ہَے فضا اُداس اُداس — ہائے سُنسان کر گیا یوں ہی
ذکرِ جاناں سے جاں میں جاں آئی — زیست کا رُخ نکھر گیا یوں ہی
اُنؐ کا غم تو محیطِ عالم ہَے — میرے سینے میں بھر گیا یوں ہی
سَفرِ حج بہت مُبارک ہَے — کیا کریں گے، اگر گیا یوں ہی

اللہ اللہ اُس کا بَختِ نفیس
جو مَدینے میں مَر گیا یوں ہی

(شوال المکرم ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء)

آرزُو

یہی عرض کرنے کو جی چاہتا ہے
مدینے میں مَرنے کو جی چاہتا ہے

یہ کِس جانِ جاناں کا فیضِ نظر ہے
کہ جی سے گُزرنے کو جی چاہتا ہے

بِگڑنے ہی میں عُمر گُزری ہے ساری
خُدایا ! سنْورنے کو جی چاہتا ہے

○

(۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء)

محمّد را بجانِ خویش دارم
بجانِ خویش بیش از بیش دارم

قرابت با تو شُد اعزازِ اُمّت
بحمدِ اللہ مِن درویش دارم

غمِ تو مذہبِ اہلِ محبّت
زہے قسمت محبّت کیش دارم

بیا عشقِ جنوں ساماں! مدد کُن
کہ صحرائے عرب درپیش دارم

بفیضِ حُسنِ تو اے شاہِ خوباںؐ
سرِ سُلطاں، دلِ درویش دارم

نفیسؔ آں جانِ جاناں را سلامے
ز دردِ عشقِ اُو دلریش دارم

(نواحِ ۱۹۷۵-۱۹۸۳ء)

مَناقِب

بُوبکر و عُمر، عُثمان و علی رضی اللہ عنہم

اَصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق کے ولی — بُوبکرؓ و عُمرؓ، عثمانؓ و علیؓ
یارانِ نبیؐ میں سب سے جلی — بُوبکرؓ و عُمرؓ، عثمانؓ و علیؓ

وُہ شمعِ حرم کے پروانے — وُہ ختمِ رُسل کے دیوانے
بُوبکرؓ و عُمرؓ، عثمانؓ و علیؓ — بُوبکرؓ و عُمرؓ، عثمانؓ و علیؓ

اِسلام نے جِن کو عِزّت دی — اِسلام کو قُوّت جِن سے مِلی
اِیماں کی روایت جِن سے چلی — بُوبکرؓ و عُمرؓ، عثمانؓ و علیؓ

ترتیبِ خلافت بھی ہے یہی — ترتیبِ فضیلت بھی ہے یہی
لگتی ہے یہی ترتیب بھلی — بُوبکرؓ و عُمرؓ، عثمانؓ و علیؓ

اِس نظم کی خوشبو پھیلے گی
یہ خوشبو ہر سُو پھیلے گی

گونجے گا یہ نغمہ گلی گلی
"بوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ"

یہ کتبہ حرم کی زینت ہے
یہ لوح و قلم کی زینت ہے

لکھ شاہ نفیسؔ اب اِس کو جلی
بوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ

○

(۲۰ ربیع الاوّل ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء)

کربلا کے بعد

لایا جو خوں رنگِ دگر کربلا کے بعد
اُونچا ہُوا حسینؓ کا سَر کربلا کے بعد

پاسِ حرم، لحاظِ نبوّت، بقائے دِیں
کیا کچھ تھا اُس کے پیشِ نَظر کربلا کے بعد

اے رہ نوردِ شوقِ شہادت ترے نثار
طے ہو گیا ہے تیرا سفر کربلا کے بعد

آباد ہو گیا حرمِ ربِّ رسُولؐ کا
وِیراں ہُوا بتُولؓ کا گھر کربلا کے بعد

ٹُوٹا یزیدیت کی شبِ تار کا فسُوں
آئی حُسینیت کی سَحر کربلا کے بعد

اِک وُہ بھی تھے کہ جان سے ہنس کر گزر گئے
اِک ہم بھی ہیں کہ چشم ہے تر کربلا کے بعد

جوہر[1] کا شعر صفحۂ ہستی پہ ثبت ہے
پڑھتے ہیں جس کو اہلِ نظر کربلا کے بعد

"قتلِ حسینؓ اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زِندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد"

(۵۱ - ۱۹۵۵ء)

---

[1] مولانا محمدؐ علی جوہرؔ

ذکرِ حسنین رضی اللہ عنہما

دوشِ نبیؐ کے شاہسواروں کی بات کر
کون و مکاں کے راج دُلاروں کی بات کر

جن کے لیے ہیں کوثر و تسنیم موجزن
اُن تشنہ کام بادہ گُساروں کی بات کر

خُلدِ بریں ہے جن کے تقدّس کی سیرگاہ
اُن خُوں میں غرق غرق نگاروں کی بات کر

کلیوں پر کیا گزر گئی پھُولوں کو کیا ہُوا
گُلزارِ فاطمہؓ کی بہاروں کی بات کر

جن کے نفس نفس میں تھے قُرآں کھُلے ہُوئے
اُن کربلا کے سینہ فگاروں کی بات کر

شِمرِ لعیں کا ذِکر نہ کر میرے سامنے
شیرِ خُدا کے مرگ شِعاروں کی بات کر

(۱۳۷۳-۷۵ھ / ۱۹۵۴-۵۶ء کے درمیان کہی گئی)

اُسوۂ شبّیر رضی اللہ عنہ

گُونج اُٹھے ارض و سما، نعرۂ تکبیر کے ساتھ
رَن میں نِکلا کوئی سُونتی ہُوئی شمشیر کے ساتھ

ایک بجلی سی چمکتی ہے پسِ پردۂ اَبر
ایک ظُلمت سی اُلجھنے کو ہے تنویر کے ساتھ

ہر قدم اُٹھتا ہے اِسلام کی عظمت کے لیے
دَم بَدم بڑھتا ہے اللہ کی تکبیر کے ساتھ

یہ تو پھر خونِ جگر گوشۂ پیغمبرؐ ہے
عرش ہِل جاتا ہے اِک آہ کی تاثیر کے ساتھ

خاک اور خُون میں لتھڑے ہُوئے جانبازوں سے
پیش آتی ہے مَشیّت بڑی توقیر کے ساتھ

اپنے اللہ کا صد شُکر ادا کرتا ہُوں
جس نے وابستہ کیا دامنِ شبّیر کے ساتھ

(۷۱-۱۳۷۴ھ/ ۵۲-۱۹۵۵ء)

خواجۂ اجمیریؒ

مُعین الدّیں حَسنؒ سجزی امیرے
اِمامِ چشتیاں ، روشن ضمیرے
رسول ﷺ اللہ اُو را حکم فرمُود
برائے مُلکِ ہند آمد سفیرے

یکم شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ
۱۸ اکتوبر ۲۰۰۱ء

ـــہ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری رحمہ اللہ
(م-۶۳۳ھ/۱۲۶۶ء) .

قُطب صاحبؒ

بختیار[1] آں قُطبِ دینِ مُصطفیٰ
پیروانِ مُرتضیٰ را رہنما
شعرِ پیرِ جامؒ[2] بشنید از قضا
"کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است"

یکم شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ
۱۸ اکتوبر ۲۰۰۱ء

---

[1] حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی رحمہ اللہ تعالےٰ
(م-۶۳۳ھ/۱۲۳۵ء)

[2] حضرت شیخ احمد جام رحمہ اللہ
شہاب الدین ابو نصر احمد، المعروف بہ ژندہ پیل (۴۴۱ھ/ ۱۰۴۹ء تا ۵۳۶ھ/ ۱۱۴۱ء) دورِ سلاجقہ کے ایرانی صوفی اور متعدّد فارسی کتابوں کے مصنّف (مرتّب)

بابا فریدؒ

فریدؒ[1] آں امیرِ امیرانِ عالَم
شہِ چشتیاں پیرِ پیرانِ عالَم
چہ خُوش گُفت سیّد محُمّد حسُینیؒ[2]
"فریدِ است از بے نظیرانِ عالَم"

(۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء)

---

[1] حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً (م۔ ۶۶۴ھ)
[2] حضرت خواجہ گیسُو دراز رحمہ اللہ (م ۸۲۵ ھ)

سُلطان جیؒ[1]

یتیمے بُود مَردِ باخُدا شُد
مر اُو را منصبِ عالی عطا شُد
اجُودھن[2] چُوں رسید آں جانِ جاناں
نظامُ الدّیں محمّد اَولیاء شُد

یکم شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ
۱۸ اکتوبر ۲۰۰۱ء

---

[1] سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظامُ الدّین اولیاء رحمہ اللہ
(م- ۷۲۵ھ / ۱۳۲۵ء)

[2] پاک پٹن شریف

چراغِ دہلیؒ[1]

آہ وُہ عہدِ بافراغ تِرا
جس سے پاتے ہیں ہم سُراغ تِرا
کتنے طُوفان سَر سے گزُرے ہیں
جَل رہا ہے مگر چراغ تِرا

(۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء)

○

؎ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغِ دہلی (م - ۷۵۷ھ) جانشین حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہما اللہ

بحضورِ خواجہ گیسو دراز رحمہ اللہ

اے مظہرِ شانِ کبریائی
اے پرتوِ نورِ مصطفائی

اے پیکرِ زُہد و پارسائی
اے وارثِ فقرِ مرتضائی

اے خواجۂ خواجگانِ عالم
اے رشکِ اجودھنیؒ و طائیؒ

اے خسروؒ زمزمہ طرازے
اے ثانیِ سعدیؒ و سنائیؒ

اے روشنیِ چراغِ دہلیؒ
اے رونقِ بزمِ چشتیائی

اے مَشربِ تُست عشقِ احمدؐ
اے مسلکِ تو خُدا نُمائی
ہر نقشِ تو آفتاب بادا
تا حَشر فشاندہ روشنائی

یکبار[1] کہ باریاب کردی
ہم بارِ دِگر کرم نُمائی
شاق است چُو بر دِلِ نفیسؔ
اے جانِ جہاں! چِرا جُدائی

○

(۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء)

---

[1] حضرت خواجہ گیسُودراز قدس سِرّہ کو خواب میں دیکھا، ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہیں۔ مَیں بچّہ ہُوں حضرتؒ کی انگشتِ شہادت تھامے ہُوئے چل رہا ہُوں۔ (نفیسؔ)

حضرت سیّد اکبر حسُینی رحمۃ اللہ علیہ

حسُین[1] ابنِ مخدُومِ بندہ نواز
زِ اَقطابِ مرحُومِ اہلِ دکن
بہ اکبر حسُینی و "سیّد بڑا"
مگر ہست موسُومِ اہلِ دکن
چہ مہرِ جہانتابِ افلاکِ چشت
چہ خوش دُرِّ منظومِ اہلِ دکن

---

[1] سیّد حسُین المعروف بہ حضرت سیّد محمّد اکبر حسُینی فرزندِ اکبر خواجۂ بندہ نواز حضرت گیسُو دراز قدس اللہ سرّہٗ
یہ قطعہ تاریخ "تذکرۂ مخدوم زادۂ بزرگ" مولفہ سیّد عظمت اللہ حسُینی شائع کردہ بزم معراج العاشقین
گلبرگہ میں طبع ہُوا ۔ تاریخ تصنیف : ۱۳۸۳ھ / ۶۳-۱۹۶۴ء

زِ دِہلی به گُلبرگه تشریف بُرد
مزار است مقسُومِ اہلِ دکن
چُو پُرسند سالِ وصالش نفیس
بگو "بُود مخدُومِ اہلِ دکن"

١٢١٨ هـ

○

برمزارِ قُطبُ الارشاد

خاتم المحدثین، شیخ الاسلام والمسلمین، سند الاصفیاء الکاملین، مُجدّد العصر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرّہ
(م - ۹ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) کے حضور میں نذرانۂ نفیس

ہے یہ کِس کی خوابگہِ حسیں ، یہ نفیس کِس کا مزار ہے
کہ نفَس نفَس کو جو ہے سکوں تو نظَر نظَر کو قرار ہے

یہاں اِک نگار ہے خیمہ زن ، یہ حریمِ حُسنِ نگار ہے
یہاں محوِ جلوۂ سرمدی ، وُہ ہزار رشکِ بہار ہے

یہ فرود گاہِ رشیدؒ ہے ، یہ مقامِ فخرِ فرید ہے
یہ مکان خُلد نشان ہے ، یہ مکین عرش وقار ہے

جو ابُوحنیفہؒ وقت تھا[1] ، جو کبھی بُخاریؒ عصر تھا
جو جُنیدؒ و شبلیؒ دہر تھا ، یہ اُسی کی خاکِ مزار ہے

---

[1] ابُوحنیفۂ وقت : حضرت مولانا محمّد قاسم نانوتوی قدس سرّہ نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کو تفقّہ میں مقامِ بلند کی بنا پر "ابُوحنیفۂ عصر" کا لقب دیا تھا۔ وہ اپنے عہد میں اِسی لقب سے معروف تھے۔

یہ مزارِ بُقعۂ نُور ہے ، یہ جہانِ عشق کا طُور ہے
یہاں آفتابِ جمال ہے ، یہ تجلّیوں کا دیار ہے

یہاں قُدسیوں کا نزُول ہے ، یہ دلیلِ حُسنِ قبُول ہے
یہاں سو رہا ہے وُہ نازنیں ، جو نبیؐ کا عاشقِ زار ہے

جو کلامِ دوست کا نوُر ہے ، تو حدیثِ یار کا فیض ہے
اِسی فیض سے ، اِسی نوُر سے ، یہ مزارِ مُقتُمہ زار ہے

یہ جُنوُں کا مَحمِلِ شوق ہے ، یہ نظر کی منزلِ شوق ہے
مِرا عِشق حاصِلِ شوق ہے ، مِرا عشق اِس پہ نثار ہے

وُہ کہ تھا مُجاہدِ شاملی[2] ، صفیں جس نے اُلٹیں فرنگ کی
اُسی صف شکن کی یہ گھات ہے ، اُسی شیر کا یہ کچھار ہے

---

[2] شاملی : آپ ۱۸۵۷ء کے جہاد میں خانقاہِ قدّوسی سے مردانہ وار نکل کر انگریزوں کے خلاف صف آرا ہو گئے اور اپنے مُرشد حضرت حاجی اِمداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور دُوسرے رُفقاء کے ساتھ قصبۂ شاملی کے معرکۂ جہاد میں شامل ہو کر خوب دادِ شجاعت دی ۔ ۱ ، ۲ قاری محمد طیّب نوراللہ مرقدہ
(پچاس مثالی شخصیات بحوالہ تاریخِ دارالعلوم دیوبند)

کوئی دیدہ وَر ہو تو دیکھ لے، بڑے معرکے کا یہ مَرد ہے
یہ جو کہکشاں کی سی گرد ہے، اِسی گرد میں وُہ سوار ہے

کبھی جام پینے پہ آ گئے، تو سمندروں کو چڑھا گئے
یہ جو آج تک نہیں ہوش ہے، مئے عشق ہی کا خُمار ہے

یہ عِنایتیں، یہ نوازِشیں، ابھی آپ مجُھ سے نہ پُوچھیے
مِری آنکھ محوِ جمال ہے، مِرے سامنے رُخِ یار ہے

مَیں نگاہِ شوق کا کیا کروں، دلِ ناصبُور سے کیا کہُوں
ابھی حشر میں بڑی دیر ہے، ابھی دُور رُوزِ شمار ہے

کوئی نکتہ چِیں ہو، ہُوا کرے، مگر اے نگاہِ کمال بیں
ذرا کر کے دیکھ مُشاہدہ، یہاں نُور ہے وہاں نار ہے

کِسی خُشک طبع سے کیا غرض، کِسی تنگ ظرف سے کام کیا
مِری اہلِ دِل سے ہے دوستی، مجُھے اہلِ دَرد سے پیار ہے

یہی میرا ناز و نیاز ہے کہ اسیرِ زُلفِ رشیدؒ ہوں
اِسی سلسلے کا مُرید ہُوں، مرا اِس پہ دار و مدار ہے

مَیں فدائے عشقِ رسُولؐ ہُوں، مَیں نبیؐ کے پاؤں کی دُھول ہُوں
مِرا دل خُدا کے حضُور میں، بہ نیاز سجدہ گزار ہے

سہارنپور ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۹۰ھ / ۲۷ جنوری ۱۹۷۰ء

شعرالفراق

آہ قُطبُ الارشاد گزشت ۱۳۸۲ھ

نظمِ فراق

سُلطان العُرفا، سیّد الطّائفہ، حضرتِ اقدس مولانا و مُرشدنا شاہ عبدُ القادرِ رائپوری نوّر اللہ مرقدہٗ

اے غمِ جاناں، اے غمِ جانم — دِل ہے پُر خُوں، آنکھیں پُر نم
اَللہ اَللہ، اُن کا عالَم — عِشق سراپا، حُسن مُجسّم
حضرت عبدُ القادرِ ثانی[1] — قِبلہ نُما و قِبلۂ عالَم
قُطبِ زمانہ، غوثِ یگانہ — رشکِ جُنیدؒ و شِبلیؒ و اَدہمؒ
فانی فی اللہ، باقی بِاللہ — ختم اُنہی پر اُن کا عالَم
جامعِ سُنّت، قامعِ بدعت — نائبِ حضرتِ فخرِ دوعالَم ﷺ
عَسکرئ اصحابِ رضؓ محمّد ﷺ — لشکرئ پیغمبرِ خاتَم ﷺ
نُورِ شریعت، فیضِ طریقت — جاری ساری باہَم باہَم

---

[1] وصالِ مبارک ۱۴؍ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ بروز پنجشنبہ مطابق ۱۶؍ اگست ۱۹۶۲ء بوقت چاشت در بلدۂ لاہور، پاکستان۔

اَیسا عارِف، اَیسا مُرشِد ڈھونڈ نہ پائے عالَم عالَم

تجھ سا دیکھا، نہ تجھ سا پایا اُتّر، دکھّن، پُورب، پچھّم

لاکھوں دِلبر، لیکن پھر بھی تیرا عالَم، تیرا عالَم

حُسنِ تکلّم، رنگِ تبسّم غم کا مُداوا، زخم کا مرہَم

گاہ اِشارہ، گاہ کِنایہ مُجمِل مُجمِل، مُبہَم مُبہَم

سوزِ مروّت لحظہ لحظہ دردِ محبّت پَیہم پَیہم

اپنے پرائے، یکساں یکساں سب کا مُونِس، سب کا ہمدم

اِستِغنا کا عالَم، واللہ خاک برابر لاکھوں دِرہم

اُف رے دبی چنگاری دِل کی آگ لگا دی پُورب پچھّم

آہ! تِرا اندازِ محبّت عِشق میں شُعلہ، حُسن میں شبنم

یاد رہیں گے تیرے جلوے روشن روشن، مدّھم مدّھم

آہ کہ تجھ سے گرم تھی محفِل آہ کہ اَب ہے درہَم برہَم

اُجڑا اُجڑا، وِیراں وِیراں ہائے وہ رلائے پُور کا عالَم

ساحِلِ جمنا پر کیا گزری آہ وہ طُوفاں برہم برہم

تم ہی کہو کچھ غم کی کہانی   اے لبِ راوی، اے لبِ جہلم
آہ نفیسؔ زار کی حالت   بیکل بیکل، بیدم بیدم
اللہ اللہ دیکھ لیا ہے!   حشر سے پہلے حشر کا عالم
سینہ بریاں، دیدہ گریاں   آہ کہ اب کس حال میں ہیں ہم
ذکر کی دنیا سونی سونی   فکر کا عالم درہم برہم
دنیا دنیا، عقبیٰ عقبیٰ   عالم عالم تیرا ماتم
دل کہ شہیدِ ناز ہے تیرا   زندہ ہے اب بھی لیکن کم کم
آہ کہ تجھ بِن چین نہیں ہے   یاد ہے تیری پیہم پیہم
آہ کہ زادِ حشر نہیں ہے   آہ! ندامت سے ہے سر خم
اے مرے مُشفق، اے مرے محسن!   تم ہو جو میرے پھر مجھے کیا غم
انشاء اللہ، انشاء اللہ   آج سے ہے یہ وعدہ محکم
وہ جو عزیزِ[2] جاں ہے تمہارا   وہ ہے ہمارا اُس کے ہیں ہم

---

۲ حضرت مولانا عبدالعزیز رائپوری جانشین حضرت اقدس رائپوریؒ نور اللہ مرقدہٗ

لاج بھی تیرے ہاتھ ہے ہمدم　　ہاتھ میں تیرے ہاتھ دیا ہے
یاد کے لائق گرچہ نہیں ہم　　حشر میں ہم کو بھول نہ جانا

حشر تلک تربت پر تیری
نور کی بارش برسے چھم چھم

(۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء)

○

حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ تعالیٰ

اہلِ علم و فضل کے سرتاج ، ولیوں کے ولی
عارفِ لاہور یعنی حضرتِ احمد علی[1]
اللہ اللہ ایک نو مُسلم کا فرزندِ جلیل
شِرک کے ماحول میں جس نے مچا دی کھلبلی
تربیت دی تھی عُبید اللہ سِندھی[2] نے اُسے
اِنقلابی فِکر و حکمت جن کے سایے میں پلی
مُرشدِ امروٹ[3] سے اور عارفِ دین پور[4] سے
زندگی پائی تھی نُورِ حق کے سانچے میں ڈھلی
اُن کی رگ رگ میں تھا فکرِ دیوبندی موجزن
اُن کے خُونِ دل سے شاخِ حُرّیت پھُولی پھَلی

---

[1] شیخ التّفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ ، سانحہ ارتحال ۱۸ رمضان ۱۳۸۱ھ (۱۹۶۱ء)
[2] مولانا عُبید اللہ سِندھیؒ : (م ۔ ۲۱ اگست ۱۹۴۴ء)
[3] مُرشدِ امروٹ : حضرت مولانا تاج محمود امروٹیؒ (م ۔ ۵ نومبر ۱۹۲۹ء)
[4] عارفِ دین پور : حضرت خلیفہ غلام محمّد صاحب دین پوریؒ (م ۔ ۲۴ مارچ ۱۹۳۶ء) مُرشدِ مولانا احمد علیؒ

کون تھا اس دَور میں انگریز کا پکّا حریف
جانتی ہے خوب یہ لاہور کی ہر ہر گلی
کِس نے للکارا فرنگی جَبر و اِستبداد کو
سَر اُٹھانے کی یہاں رسمِ جُنوں کِس سے چلی
مجمعِ اَوصاف تھی لا رَیب اُن کی شخصیت
وُہ مُفسّر، وہ مُصنّف، وُہ مجُاہد، وُہ ولی

اُن کی بزمِ فقر تھی اِس بات کی زِندہ دلیل
شاہِ ہفت اِقلیم سے درویش کی صُحبت بھلی
یہ حقیقت ہے کہ اُن کے قلبِ نُور افروز سے
خطّۂ پنجاب میں اِیمان کی مشعل جلی
اللہ اللہ، جس کے حق میں اُٹھ گئے دستِ دُعا
عُمر بھر کی تِیرہ بختی کی بَلا سَر سے ٹلی
عِشق تھا اُن کو جو مولانا حُسین احمد[۵] کے ساتھ
اِس کی وجہِ خاص تھی عشقِ نبیؐ کی بے کلی

---

۵ شیخ الاسلام حضرت مولانا حُسین احمد مدنیؒ : (م-۵ دسمبر ۱۹۵۷ء)

زِندۂ جاوِید ہیں اُن کے نقوشِ زندگی
نامِ نامی ثَبت ہے اُن کا بعُنوانِ جلی

جانشین اُن کے ہَیں مولانا عبُیدُ اللہ[٦] آج
لوگ کہتے ہَیں بجا اُن کو ولی ابنِ ولی

مَیں نے مولانا کو دیکھا وقتِ رُخصت اے نفیسؔ
چہرۂ انور تھا جیسے خُلد کی کِھلتی کلی

○

(۸۱-۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء)

---

[٦] مولانا عُبیداللہ انورؔ رحمہ اللہ (م - ۲۸ر اپریل ۱۹۸۵ء) ابن حضرت مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہ ۔

مولانا محمد کشمیر رحمہ اللہ تعالیٰ

داعیِ اہلِ سُنّت ، مُحمّد کشمیر　　عالمِ باعمل ، مردِ روشنضمیر
جانشینِ امیرِ کبیر[1] شہیر　　پیروِ راہِ آں ھادیٔ کاشمیر
فاضلِ دیوبند[2] و ولیِ خدا　　مُصلحِ تبّتِ خرد ، شیخِ کبیر
آں خجستہ خصال و ستودہ صفات　　حاملِ دولتِ فقر و خیرِ کثیر
فیضِ علمی زِ انور شہِ[3] بے مثال　　ہم زِ سیّد حسینؒ[4] احمدِ بے نظیر
شیخِ الیاسؒ[5] و از شیخِ عبد[6] الشکورؒ　　باطن و ظاھرِ اُو شُدہ مُستنیر
بالیقین بُود اُو یادگارِ سلف　　اہلِ اسلام را ہمصفیر و سفیر
صاحبِ خُلق ، خیلے کریم و حلیم　　گُفتگو اش ملائم ، سُخن دلپذیر

---

[1] شاہِ ہمدان امیرِ کبیر سیّد علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۸۶ھ) ہادیٔ کشمیر

[2] دارالعلوم دیوبند (ضلع سہارنپور ، ہند)

[3]، [4] خاتم المحدّثین حضرت مولانا محمّد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہٗ اور شیخ الاسلام مولانا سیّد حُسین احمد مدنی قدس سرہٗ سے حدیث شریف پڑھی ۔ زیادہ تر شاہ صاحبؒ سے پڑھا ۔

[5] رئیس التبلیغ بانیٔ تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمّد الیاس دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا اور طریقۂ تبلیغ سیکھا ۔

[6] امامِ اہلِ سُنّت حضرت مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تردیدِ شیعیت کی تعلیم حاصل کی ۔

ساکنانِ سکردو و خپلو ہمہ — حُسنِ اَخلاقِ اُو را مُطیع و اَسیر
خادمِ اہلِ بیتؓ و صحابہؓ بسے — عاشقِ مُصطفٰے بُود غایت کثیر
ظُلمتِ رِفض از نُورِ اُو پاش پاش — ذاتِ اُو بَلتیاں را سراجِ مُنیر
غازی و زاہد و عَبدِ شب زِندہ دار — صائمِ لذّت اندوزِ نانِ شعیر

بادِ مَغفُورِ رَبِّ غفُور اے نفیسؔ
بہرِ جاہِ رَسُولِ بَشیر و نَذیر
صلّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم

تاریخ وفات : ۲۹ر شعبان المعظّم ۱۴۱۶ھ / ۲۱ر جنوری ۱۹۹۶ء

۲۲ر رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ
۱۲ر فروری ۱۹۹۶ء

بیادِ رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

اے نورِ عینِ حضرتِ الیاسؒ[1] دہلویؒ
اے یوسفِ زمانہ! زہے صاحبِ جمال

اِسلام کا نمونہ تری زندگی رہی
لاریب تیری ذات تھی روشن تریں مثال

ہر بتکدے میں تیری اذاں گونجتی رہی
اللہ نے دیا تجھے نطق و لبِ بلالؓ

تبلیغِ دینِ حق میں گزاری تمام عمر
اِس راستے میں جان بھی دے دی زہے کمال

وارد ہوا یہ قلبِ حزینِ نفیسؔ پر
"رأسِ مبلّغاں" ہے ترا سالِ انتقال[2]
۱۳ ھ ۸۴

[1] قطب الواصلین شیخ التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی رحمہ اللہ، بانیٔ تبلیغی جماعت۔
[2] تاریخِ وفات ۲ر اپریل ۱۹۶۵ء (۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۵ء)

جناب شاہ حسین خیر بندہ نوازی رحمۃ اللہ علیہ

آں عاشقِ الٰہ — مقبولِ بارگاہ
چشم و چراغِ چشت — سلطانِ خانقاہ
مہتابِ کرّ و فر — خورشیدِ عزّ و جاہ
پیشانیش فراخ — روشن چو مہر و ماہ
طبعش فروغِ بزم — ذاتش چراغِ راہ
انوارِ روضتین — ہر شام و ہر پگاہ
گلبرگۂ شریف — بر شانِ او گواہ
گیسو دراز بودہ — خوشِ قلب و خوشِ نگاہ

سجّادہ نشین روضۂ بزرگ گلبرگہ شریف
۱۳۸۵ھ (۶۶-۱۹۶۵ء)

زِین عرصۂ حیات   رِحلت نمُود آہ
گُفتہ دِلم نفیس   سالِ وصالِ شاہ

"شاہِ حسُینِ خیر بندہ نوازی آہ"
۵ ۸ ۳ ۱ ھ
ہم "عاقبت بخیر" گفتہ دلِ تباہ
۵ ۸ ۳ ۱ ھ

حکیم سیّد مُحمّد عالمَ شاہ رحمۃ اللہ علیہ

حق تعالیٰ را چنیں منظور شُد
از جہاں آں جانِ جاں مستُور شُد
نامِ اُو سیّد مُحمّد عالَم است
شہرہِ ذاتش قریب و دُور شُد
آں حکیمِ حاذِق و خطّاطِ عصر
یک جہاں از فیضِ اُو معمور شُد
اے خوشا منظر کہ ہنگامِ وصال
رُوئش از عین الیقیں پُرنُور شُد

فردِ واحِد بُود و رفت آخر نفیس
"از جہاں لقمانِ ثانی دُور شُد"

۱۳۶۳ - ۱ = ۱۳۶۲ھ

○

۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء

ولادت: ۱۶ محرم الحرام ۱۳۰۱ھ / ۱۷ نومبر ۱۸۸۳ء

وفات: ۴ جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ / ۸ جون ۱۹۴۳ء

استاذ الخطاطین حکیم سیّد مُحمّد عالم گھوڑیالوی اور کاتب القُرآن حکیم سیّد نیک عالم شاہ سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہما (فرزندانِ سیّد نواب شاہ بن سیّد مُحمّد شاہ بن شاہ محمّد سلیم از اولادِ قُطب الاقطاب حضرت خواجہ بندہ نواز سیّد مُحمّد گیسو دراز قدّس اللہ سرّہ) دونوں حقیقی بھائی اور والدِ ماجد کے اساتذہ خطاطی تھے۔ نفیسؔ

حکیم سیّد نیک عالم شاہ رحمۃ اللہ علیہ[1]

بجہاں شاہِ نیک عالم رفت
زہے آں مردِ نیک و با تقدیس
نَسَباً سیّدِ حُسَینی بُود
قلمش بُد کلامِ پاک نویس
بزُبانش دُعا وہم تاریخ
غَفَرَ اللہُ لِی نوشت نفیسؔ

۱۳۸۷ ھ

(۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۷ء)

---

[1] سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحب کے والدِ گرامی سیّد محمّد اشرف علی شاہؒ کے برادرِ عم زاد، متواضع، متوکّل، سادہ پوش اور خُدا ترس انسان۔ عُمر بھر میں اُنسٹھ (۵۹) قرآنِ پاک کی خطاطی کے علاوہ صرف تیئیس (۲۳) دِنوں کی ریکارڈ مدّت میں ایک حمائل کی کتابت فرمائی۔

تاریخ وفات: ۲۸ رجمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ بمطابق ۴ ستمبر ۱۹۶۷ء بروز دوشنبہ بعمر ہفتاد و چہار سال۔

غرُوبِ آفتاب

نالۂ دِل بر وِصالِ عارفِ ربّانی حضرت صُوفی سیّد شاہ مقبُول احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

المتوفّی ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ شبِ جمعہ
۲۳ مارچ ۱۹۷۸ء

چھُپ گیا آفتاب شام ہُوئی — اِک مُسافر کی رہ تمام ہُوئی
شب سیہ پوش ہو گئی غم سے — صُبح کی آنکھ لالہ فام ہُوئی
زِندگی پُر کُشا رہی برسوں — آخرِ کار زیرِ دام ہُوئی
آہ! خاموش ہیں وہ لب جن سے — یادِ حق باصد اِلتزام ہُوئی
اُٹھ گئی برکتِ سحر گاہی — لَیلۃُ القَدر بے قیام ہُوئی
مے و مینا کا دَور ختم ہُوا — آخِر شب شکستِ جام ہُوئی
جانِ جاناں کے ساتھ ہی رُخصت — لذّتِ نامہ و پیام ہُوئی
گوشۂ چشمِ اِلتفات پھرا — ختم رسم و رہِ سلام ہُوئی

میکدے کی بہار بیت گئی　　بند اَب وہ صلائے عام ہُوئی
اُن کا دِل مَہبطِ محبّت تھا　　اَب محبّت خیالِ خام ہُوئی
جب مِلے، دِل سے دِل قریب ہُوا　　رُوح سے رُوح ہمکلام ہُوئی
اُن کی گمنام زندگی دیکھیں　　وُہ جنھیں شہرتِ دَوام ہُوئی
لاکھ گرہوں میں بند تھی پھر بھی　　مُشک و عنبر کی مَوج عام ہُوئی
ساعتِ وصل آن ہی پہنچی　　بندگی فائزُ المَرام ہُوئی
زَہے وُہ جاں کہ مُطمئِن تھی یہاں　　آخرت میں بھی شاد کام ہُوئی
مَرحبا وہ نفس کہ جس کو نصِیب　　خُلد کی عشرتِ مُدام ہُوئی
شاد باش اے مکینِ خُلد، تری　　تُربتِ خام خُوش مقام ہُوئی
میری تحریر رہ گئی قاصِر　　اُن کی توصِیف نا تمام ہُوئی

تُو بھی کر فکرِ آخرت کہ نفیسؔ
زِندگی رُو بہ اِختتام ہُوئی

والدۂ مرحومہ کی رحلت پر

ہائے یہ رحلتِ جاناں کا اثر، کس سے کہوں
دردِ دل کس سے کہوں، دردِ جگر کس سے کہوں

موت کی اُن کو تمنّا تھی کہ وہ صادقہ تھیں
اب مَیں یہ بات بجز اہلِ نظر، کس سے کہوں

کیفیت جن کو حضوری کی رہی جیتے جی
واصلِ حق ہَیں باندازِ دگر، کس سے کہوں

نسبتِ فاطمی رضؓ کا فیض ہے اللہ اللہ
کی بسر زندگی بے زیور و زر، کس سے کہوں

حیف صد حیف! ہُوا مسکنِ مسکیں ویراں
زیست کا نظم ہُوا زیر و زبر، کس سے کہوں

یُمنِ انفاس سے جن کے مِری منزل تھی نفیس
جا بسے آہ وُہ فِردوس نگر، کِس سے کہوں
گوشہ گوشہ تھا بَس اِک ذات سے جس کا معمُور
سُونا سُونا نظر آتا ہے وُہ گھر، کِس سے کہوں

مامتا تھی جو نِگاہوں میں سِمٹ آئی تھی
دیکھنا اُن کا وُہ ہنگامِ سَفر، کِس سے کہوں
ایک رِقّت سی طبیعت میں بسی ہے ایسی
خُشک ہوتے ہی نہیں دیدۂ تَر، کِس سے کہوں
غم کا لشکر ہے کہ بڑھا ہی چلا آتا ہے
صَبر کب تک رہے گا سِینہ سِپَر، کِس سے کہوں
زِندگی کیسے کٹے گی، یہی اَب سوچتا ہُوں
دَرد میں ڈُوب گئے شام وسَحَر، کِس سے کہوں

بے خبر ہیں مرے عالم سے زمانے والے
اپنے اِس عالمِ حیرت کی خبر، کِس سے کہوں

غم زدہ مدفنِ جاناں سے چلا آیا ہُوں
دِل پہ جو بیت رہی ہے وُہ مگر کِس سے کہوں

اُن کی تربت پہ رہے بارشِ انوار مُدام
ابرِ رحمت ہو تسلسل سے گُہر بار مُدام

○

(وفات : رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ / ۶ مئی ۱۹۸۷ء)

ء فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ
(البقرہ : ۹۴)

بیادِ والدِ بزرگوارم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ[1]

٦ ١ ھ ٤ ١

دِل زَخْم زَخْم لوگو! کوئی ہے، جِسے دِکھائیں
کوئی ہم نفس نہیں ہے، غمِ جاں کِسے سُنائیں
یکایک جو چھا گئی ہیں، غم و درد کی گھٹائیں
گیا کون اِس جہاں سے کہ بدل گئیں فضائیں
اُٹھا سائبانِ شفقت، بڑی تیز دُھوپ دیکھی
نہیں دُور دُور چھاؤں، کہاں اپنا سَر چُھپائیں
رہِ زندگی کی مُونِس، اِنہی مُحسِنوں کی یادیں!
شبِ زیست کے سِتارے، وُہ خلُوص کی دُعائیں

---

[1] خطّاط القرآن سیّد محمّد اشرف علی زیدی نوّر اللہ مرقدہٗ آسُودہ احاطۂ ساداتِ گیسو درازؒ قبرستان میانی صاحب مزنگ لاہور۔ تاریخ وفات: ۳۰ ربیع الاوّل ۱۴۱۶ھ / ۲۸ اگست ۱۹۹۵ء

وُہ رفاقتوں کی راتیں، وُہ ہر اِک سے دِل کی باتیں
گئے دَور کے وُہ قِصّے، ہمیں یاد کیوں نہ آئیں

وُہ شجاعتوں کے پالے، بڑے صَبر وشُکر والے
وُہی حَوصلے حُسینیؓ، وُہی زَیدؒ[۲] کی اَدائیں

وُہ خُوشا نصیب، قُرآں کی حَسیں حَسیں نِگارِش[۳]
زہے وُہ صَریرِ خامہ، کہ مَلک بھی جھُوم جائیں

دمِ مَرگ تھی تسلّی، سرِ قبر ہے تجلّی
ہوں مُدام عَنبر اَفشاں، یہاں خُلد کی ہَوائیں

ہو نصیب جامِ کوثر، یہ نفیسؔ کی دُعا ہے
مگر اِک حَسیں تمنّا کہ حُضورؐ خُود پلائیں

○

(۱۴۱۶ھ / ۱۹۹۵ء)

---

[۲] نسبی تعلّق زید بن علی زین العابدین بن سیّدنا حُسین رضی اللہ عنہم سے ہے۔
[۳] آپ نے اپنی عُمر میں تقریباً سولہ قرآن مجید کی کتابت کا شرف حاصل کیا۔ (مرتّب)

رخصت!

رخصتؔ اے روح و روانِ زندگی
رخصت اے جانِ جہانِ زندگی
جا ملیں گے ہم بھی اک دن آپ سے
گامزن ہے کاروانِ زندگی

ؔ حضرت سیّد نفیس الحُسینی مدّظلہ کی رفیقۂ حیات، نہایت متشرع، زاہدہ و عابدہ، کثیر التعداد بچّیوں کی قُرآن پاک کی مُعلّمہ، حددرجہ صابرہ و شاکرہ خاتون، عمر بھر سیّدۃ النساء حضرت بی بی فاطمہؓ کے اُسوۂ حسنہ پر عمل پیرا رہیں۔

تاریخِ وفات: ۱۴ صفر ۱۴۲۲ھ (۹ مئی ۲۰۰۱ء)

مدفون: احاطۂ سادات گیسو درازؒ قبرستانِ میانی صاحب لاہور۔

تاریخِ وفات: "فَادخُلوھَا خالدین"

۱۴۲۲ھ

ے تم سبھی پر ہو سلام اہلِ قُبور
بخش دے اللہ ہم سب کے قُصور
اور بخشے تم کو بھی ربِّ غفور
آگے آگے جانے والو ہم سے دُور
پیچھے پیچھے ہم بھی آتے ہیں ضرور

○

ے اہلِ قبور کے لیے مسنون دُعا:
ا لسلام علیکم یا ا ہل ا لقبور ، یغفر اللہ لنا و یغفر اللہ لکم ا نتم سلفنا و نحن بالاثر.

یقیں نہیں آتا

انیسؔ جاں سے گیا ہے ، یقیں نہیں آتا
وہ اِس جہاں سے گیا ہے ، یقیں نہیں آتا
شرف مکاں کو یقیناً مکیں سے ہوتا ہے
مکیں مکاں سے گیا ہے، یقیں نہیں آتا

۳ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ
۲۱ اکتوبر ۲۰۰۱ء

ؔ حضرت سیّد نفیس الحسینی مدّظلہ العالی کے اکلوتے صاحبزادے حافظ سیّد انیس الحسن الحسینی بتاریخ ۱۹ رجب ۱۴۲۲ھ (۸ اکتوبر ۲۰۰۱ء) بروز پیر بعد از غروبِ آفتاب تین دن اتفاق ہسپتال میں زیرِ علاج رہنے کے بعد قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انکی عمر تقریباً ۴۵ سال تھی۔ قرآن پاک کے حافظ، بہترین خطاط اور اپنے والدِ محترم کے اندازِ خطاطی کے امین و وارث تھے۔ اللہ پاک اُن کے درجات بلند فرمائے۔ اپنی والدۂ محترمہ کی وفات کے صرف چار ماہ بعد قبرستان میانی صاحب، احاطۂ ساداتِ گیسودرازؒ میں اپنے دادا سیّد محمّد اشرف علیؒ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ (مرتّب)

حافظ سید انیس الحسن غفر اللہ

دِل و دماغ پہ اب چھا گیا ہے غم تیرا
کہ ذِکر آتا ہے لب پر بچشمِ نم تیرا

سوادِ قلب میں تیرِ فِراق آن لگا
رہے گا دردِ محبّت سدا عَلم تیرا

میں اپنے صبر کی اِس کیفیت سے واقِف ہوں
بڑا ملال ہے ، اللہ کی قسم تیرا

غریبِ شہر کو تنہائیوں میں چھوڑ دیا
مِرے انیس ! بس اب کُھل گیا بھرم تیرا

سعادت اور انابت رہی رفیقِ سفر
قدم اُٹھا جو کبھی جانبِ حرم تیرا

گذشتہ حج میں رفاقت کبھی نہ بھولے گی
بڑے خلوص سے احساں وہ دَم بہ دَم تیرا

مِرے خطوط کو ترتیب دی سلیقے سے
اِسی میں محو رہا فکرِ بیش و کم تیرا

مِری رَوِش کا امیں تیرا خطِّ نستعلیق
کِسے نصیب ہوا واسطی☜ قلم تیرا

تِرے قلم نے کِھلائے سدا گلاب کے پھول
خدا کی دین ، بہار آفریں قلم تیرا

حدیثِ ختمِ نبوّت ہے آخری شہکار
خدا قبول کرے کِلکِ خوش رقم تیرا

قلم رُکا ہے تِرا "لا نبیَّ بعدی" پر
یہ حُسنِ خاتمہ ، اللہ رے قلم تیرا

☜ واسطی قلم : اعلیٰ درجے کی خطاطی کے لیے واسِط (عراق) کا قلم بہترین مانا گیا ہے اور اب یہ ضرب المثل ہے۔

اِلٰہی میری دُعا ہے انیسِ جاں کے لیے
ہمیشہ اُس پہ رہے سایۂ کرم تیرا

۴ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ

۲۲ اکتوبر ۲۰۰۱ء

اذانِ جہاد

"اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ"

شاعِر ہُوں میرا قلب ہے حسّاس و دَرد مند
رکھتا ہُوں ایک عالمِ عِبرت نظر میں بنّد

ماضی ہمارے حال پہ پَرتَو فگن نہیں
ہم عظمتِ سَلَف سے نہیں آج بہرہ مند

اِک وقت تھا کہ ہم تھے زمانے میں سَرفراز
اِک وقت تھا کہ ہم تھے سِتاروں سے بھی بُلند

ہم کو مِلا تھا اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡن کا خِطاب
ہم تھے خُدائے پاک کے نزدیک اَرجُمند

ہم آخری نبیؐ سے مشرّف کیے گئے
ہم مِلّتِ عظیم تھے اور اُمّتِ بُلند

اپنے امیر عرشِ مُعلّٰی سے ہمکنار
اپنے فقیر قیصر و کسریٰ سے سَربلند
فِرعون پر ہنسا کیے دیوانگانِ عِشق
قارُوں پہ خندہ زَن رہے یثرب کے ژَلّہ بند
ہر فرد میں یہ جوہرِ فِطرت شکار تھے
قلبِ سلیم و فقرِ صفا ہمّتِ بلند
تسخیرِ بَحر و بَر کو کبھی پَرکُشا ہُوئے
پھینکی فرازِ کاہکشاں پر کبھی کمَند
جھنڈے حَرَم کے گاڑ دِیے بامِ کُفر پر
فتح و ظفر کے چار سُو دَوڑا دِیے سَمَند
اُس وقت بھی نظامِ شب و رُوز تھا یہی
پہنچا سکی نہ گردشِ دَوراں ہمیں گزَند
اور اَب یہ حال ہے کہ زمانے کی آگ میں
اپنا وجُود کچھ نہیں جُز دانۂ سپَند

بارِ گراں ہے دِل پہ یہ اِحساس اے نفیسؔ
"ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسنّد
گُستاخئ فرشتہ ہماری جناب میں"

○

۵۲-۱۹۵۷ء

شہیدانِ بالاکوٹ

شہادت گاہِ بالاکوٹ سے واپسی پر

قبائے نور سے سج کر، لہُو سے با وضُو ہوکر
وُہ پہنچے بارگاہِ حق میں کِتنے سُرخرُو ہوکر
فرشتے آسماں سے اُن کے اِستقبال کو اُترے
چلے اُن کے جلَو میں با اَدب، با آبرُو ہوکر
جہانِ رنگ و بُو سے ماوَرا ہَے منزلِ جاناں
وُہ گزُرے اِس جہاں سے بے نیازِ رنگ و بُو ہوکر
جہادِ فی سبیل اللہ نصبُ العین تھا اُن کا
شہادت کو ترَستے تھے سراپا آرزُو ہوکر
وہ رُہباں شب کو ہوتے تھے تو فرُساں دن میں رہتے تھے
صحابہؓ کے چلے نقشِ قدم پر ہُوبہُو ہوکر

مُجاہِد سَر کٹانے کے لیے بے چَین رہتا ہے
کہ سَر اَفراز ہوتا ہے وہ خَنجر در گلُو ہو کر

سرِ مَیداں بھی اِستقبالِ قبلہ وُہ نہیں بھُولے
کِیا جامِ شہادت نوش اُنھوں نے قبلہ[1] رُو ہو کر

زمِین و آسماں اَیسے ہی جانبازوں پہ روتے ہَیں
سَحابِ غم برستا ہے شہیدوں کا لہُو ہو کر

شہیدوں کے لہُو سے اَرضِ بالاکوٹ مُشکِیں ہَے
نسیمِ صُبح آتی ہے اُدھر سے مُشکبُو ہو کر

نفِیسؔ اِن عاشقانِ پاک طِینت کی حیات و مَوت
رہے گی نقشِ دہرِ اسلامیوں کی آبرُو ہو کر

(۱۴۱۰ھ / ۱۹۹۰ء)

---

[1] محاذِ جنگ میں امیرالمومنین حضرت سیّد احمد شہیدؒ اور ان کے تمام جاں نثار ساتھی قدرتی طور پر قبلہ رُخ تھے ۔ سیّد نفیسؔ

حق کا بول بالا ہونے والا ہے

۱۹۹۰ء میں خوست (افغانستان) کے محاذِ جنگ سے واپس آتے ہوئے

بِحَمدِ اللہ، حق کا بول بالا ہونے والا ہے
سیاہی چھٹ رہی ہے اَب اُجالا ہونے والا ہے
سَوادِ خوست[1] سے دشمن خُدا کے بھاگنے کو ہیں
مُسلمانوں کا قبضہ لامَحالہ ہونے والا ہے
کوئی کابل میں جا کر یہ نجیب[2] اللہ سے کہہ دے
تہ و بالا تِرا اَیوانِ بالا ہونے والا ہے

---

[1] کابل کے بعد افغانستان کا دُوسرا بڑا شہر اور فوجی چھاؤنی ۔
[2] افغانستان پر رُوسی تسلّط کے بعد کمیونسٹ لیڈر اور سربراہِ حکومت

بہُت اچّھا، تُو کر لے ظُلم، جِتنا ہو سکے تجھ سے
تِرا اے رُوسیہ[3]! مُنہ اَور کالا ہونے والا ہے

شہیدوں کے لہُو سے خوست کو سیراب ہونا ہے
یہ خِطّہ آج کل میں کِشتِ لالہ ہونے والا ہے

شہادت چاہنے والو! مُبارک وقت آ پہنچا
تمہارا زیبِ تن، خُلدی دو شالہ ہونے والا ہے

مُجاہِد! ناز کر اپنے مُقدّر پر کہ تُو کل کو
شہیدانِ اُحُد کا ہم پیالہ ہونے والا ہے

امیرِ مُحترم سیف اللہ اختر[4] کو مُبارک ہو
کہ اُن سے کارنامہ اِک نرالا ہونے والا ہے

یہ کام اہلِ جنُوں کا ہے، وُہی اِس کو سمجھتے ہیں
یہ کام اہلِ خِرَد سے بالا بالا ہونے والا ہے

---

[3] اپنے وقت کی سُپر پاور رُوس جو افغانستان میں شکست کے بعد مکمل تباہی اور رُوسیاہی سے دوچار ہُوئی۔
[4] حرکت الجہاد الاسلامی کے امیر اور عظیم مُجاہد و کمانڈر جناب مولانا قاری سیف اللہ اختر صاحب جو جہادِ افغانستان میں از اوّل تا آخر شریک رہے۔

نفیس ایمان کہتا ہے ، مرا وجدان کہتا ہے
ظہورِ نصرتِ باری تعالیٰ ہونے والا[۵] ہے

○

(شوال ۱۴۱۰ھ / مئی ۱۹۹۰ء)

---

[۵] بحمد اللہ یہ سب پیشین گوئیاں حرف بحرف پوری ہوئیں اور چند ماہ بعد ہی خوست اور اس کے کچھ عرصہ بعد کابل فتح ہوگیا اور کمیونسٹ افواج کو ہزیمت اُٹھانی پڑی۔ (مرتّب)

تا قیامت رہے آبروئے ہرات

ایک مُدّت سے تھی آرزوئے ہرات
راہ دِکھلائی قسمت نے سُوئے ہرات

حبّذا! شہرِ عرفان و عِلم و ہُنر
سارے عالَم میں ہَے ہاؤ ہُوئے ہرات

ہَے فضا اِس کی پاکیزہ و خُوشگوار
زندگی بخش ہَے آبِ جُوئے ہرات

سارا ماحَول اِیمان اَفروز ہَے
بادۂ حق سے پُر ہَے سُبُوئے ہرات

عِشق ہی عِشق ہَے چِشت کا رنگ و نوُر
حُسن ہی حُسن ہَے خُلق و خُوئے ہرات

اپنے آبا و اجداد کی جستجو!
پھر رہی ہے لیے کُو بہ کُوئے ہرات

حضرتِ زیدِ جُندی[2] کا عزمِ جہاد
تا بہ دِہلی گئی مُشکبُوئے ہرات

ہند پر غزنوی[3] اور غوری[4] کا راج
آج بھی مانتا ہے عدُوئے ہرات

اے مُبصّر، ذرا چشمِ بینا سے دیکھ
پُر ہے خُونِ شہیداں سے جُوئے ہرات

اب لہُو سے شہیدوں کے گُلرنگ ہے
کِس قدر خُوبصُورت ہے رُوئے ہرات

عظمتِ رفتہ مؤمن کو پھر ہو نصیب
اب یہی ہے فقط جُستجُوئے ہرات

اب بفضلِ خدا رُوس کی کیا مجال
ہو سکے پھر کبھی رُوبرُوئے ہرات

کِس کی ہِمّت ہَے مَدِّ مُقابِل بنے
لے کے دِکھلائے مَیداں میں گوُئے ہِرات

اے خوشا، قید سے اَب تُو آزاد ہَے
چہچہا، بُلبُلِ خُوش گلُوئے ہِرات

نشاَۃِ دینِ اسلام اب تجھ سے ہَے
مرحبا غازیٔ سُرخرُوئے ہِرات

دِل کی گہرائیوں سے دُعا ہَے نفیسؔ
تا قیامت رہے آبرُوئے ہِرات

○

حضرت سیّد نفیس شاہ صاحب دامت برکاتہم ذیقعدہ ۱۴۱۴ھ / اپریل ۱۹۹۴ء میں ہرات کے سفر پر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کا ریاست ارشادِ اسلامی ولایت ہرات میں قیام ہُوا۔ اسی سفر میں مرکزِ ولایت چشت بھی جانا ہُوا، قیامِ ہرات کے دوران یہ نظم موزون ہُوئی۔ (مرتّب)

حاشیہ نفیس

[1] چشت: ہرات سے ۱۷۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر شمال مشرق میں پہاڑوں سے گھری ہوئی ایک مردم خیز بستی کا نام چشت ہے۔ اِس بستی میں باشارۂ غیبی حضرت خواجہ ممشاد دینوری رحمہ اللہ کے خلیفہ حضرت خواجہ

ابو اسحٰق شامی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ ۳۲۹ ھ) حضرت خواجہ ابُو احمد ابدال چشتی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۳۵۵ھ) کی تربیت کے لیے تشریف لائے اور تربیت مکمل فرما کر واپس تشریف لے گئے۔ آپ کے وجودِ مسعود سے جو سلسلہ یہاں چلا وہ سِلسلۂ چشتیہ کے لقب سے مشہور ہُوا۔ حضرت خواجہ ابُو احمد ابدال چشتی، آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ محمّد بن احمد چشتی (متوفیٰ ۴۱۱ھ) اُن کے خلیفہ خواجہ ناصر الدین یوسف بن سمعان چشتی (متوفیٰ ۴۵۹ھ) اُن کے خلیفہ حضرت خواجہ مودود چشتی (متوفیٰ ۵۲۷ھ) یہ سب سرزمینِ چشت ہی میں پیدا ہوئے اور چشت ہی میں ان سب کے مزارات ہیں۔
رحمهم الله رحمةً واسعةً.

۲ے **حضرت زید جُندیؒ** : حضرت سیّد ابُو الحسن زید الجندی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ سیّد محمّد حسینی گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ المتوفیٰ ۸۲۵ ھ خلیفۂ اعظم حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد میں سے ہیں۔ آپ کا شجرۂ نسب اِس طرح سے ہے: سیّد ابو الحسن زید جُندی بن سیّد ابو عبداللہ الحسین الفِدان بن سیّد ابو منصور محمّد الاکبر بن سیّد عمُر الاعلیٰ بن سیّد ابو الحسین یحییٰ المحدّث (متوفیٰ ۲۰۷ھ) بن سیّد ابو عبداللہ الحسین ذی الدّمعۃ (شہادت ۱۳۵ھ) بن سیّد ابُو الحسین زید الشہید (شہادت ۱۲۲ھ) بن سیّد علی الاوسط امام زین العابدین (متوفیٰ ۹۴ھ) بن ریحانۃ النبی ابو عبداللہ الحسین الشہید سبط الرسول صلی اللہ علیہ وسلم (شہادت ۶۱ھ) بن امیر المومنین سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔ (عمدۃ الطالب ص۲۶۴، سیَرِ محمّدی ص۷، تاریخ حبیبی قلمی ص۱)

حضرت خواجہ گیسُو دراز رحمہ اللہ کے آباء کرام تیسری یا چوتھی صدی ہجری میں عرب سے آکر ہرات میں آباد ہو گئے تھے۔ ان میں سے حضرت ابو الحسن زید الجندی رحمۃ اللہ علیہ پہلے بزرگ ہیں جو برِصغیر پاک و ہند میں وارد ہوئے ہیں، آپ ایک لشکر کے ساتھ خراسان سے عَلَمِ جہاد بلند کیے ہوئے فتح دہلی کے لیے تشریف لائے اور ایک معرکۂ عظیم میں خلعتِ شہادت سے سَرفراز ہوئے۔ یہ ترکوں (غوریوں) کی فتحِ دہلی سے پہلے کا واقعہ ہے (یہ غالباً چوتھی صدی ہجری کا زمانہ ہے) قلعۂ دہلی کے نیچے دروازۂ شکار کے متصل آپ کا مزارِ پُر انوار ہے، حضرت خواجہ گیسُو دراز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں یہ معروف تھا، البتہ آجکل اس کے صحیح آثار دریافت طلب ہیں۔ (جوامع الکلم ص۳۱۳، تاریخ حبیبی قلمی ص۱۴)

۳ے **غزنوی** : فاتحِ سومنات سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ متوفیٰ ۴۲۱ھ

۴ے **غوری** : سلطان شہاب الدین محمّد غوری رحمۃ اللہ علیہ شہادت ۶۰۲ھ

بُوئے وطن

نسیمِ سَرو و سَمن از ہِرات می آید
ہزار لُطفِ چمن از ہِرات می آید
مشامِ جانست مُعطّرَ بفیضِ چِشت نفیسؔ
دِگر کہ بُوئے وطن از ہِرات می آید

ہرات

ہِرات خِطّہ زِ آب و گِلِ خراسان است
بچشمِ اہلِ خِرد حاصلِ خراسان است
نفیس گفت بجا شیخِ تاج سلمانی
"ہرات از رہِ معنیٰ دلِ خراسان است"

یہ رُباعی اپریل ۱۹۹۴ء میں ہرات سے چشت کے لیے سفر کے آغاز میں ہوئی۔

الفراق

الفراق اے امیرِ ہرات ! الفراق

الفراق اے ضمیرِ ہرات ! الفراق

جامی[1] و رازی[2] و واعظ[3] و خوندمیر[4]

آلِ[5] اطہار و پیرِ[6] ہرات ! الفراق

(۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۴ء میں ہرات سے واپسی پر کہی گئی)

---

[1] مولانا نور الدین عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نامور عالمِ دین، برگزیدہ صوفی، صاحبِ دیوان شاعر، (م۔ ۸۹۸ھ)

[2] مولانا فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ۔ صاحب تفسیرِ کبیر (۵۴۳ھ تا ۶۰۶ھ)

[3] مُلّا حسین واعظ کاشفی مصنّف "اخلاق محسنی" (م۔ ۹۱۰ھ / ۱۵۰۵ء)

[4] حضرت خوندمیرؒ، صاحبِ حبیب السّیَر یا خواند امیر، اصل نام غیاث الدین بن خواجہ ہمام الدین (م۔نواحِ ۹۴۲ھ / ۱۵۳۵ء)

[5] سیّد عبد اللہ ابنِ معاویہ ابن عبد اللہ ابنِ حضرت جعفر طیّار اور محمّد بن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم جن کے مزارات ہرات میں شہزادگان کے مزارات کہلاتے ہیں۔

[6] حضرت خواجہ عبد اللہ انصاری ہَروی (م۔ ۴۸۱ھ) معروف عالم و عارف متکلّم اور مصنّف۔
(مرتّب)

جہاں میں پرچمِ اسلام لہرانے کا وقت آیا

مُسلمانو ! اُٹھو ، باطِل سے ٹکرانے کا وقت آیا
سرِ میداں تڑپنے اور تڑپانے کا وقت آیا

جہادِ فی سبیل اللہ ، رسُولؐ اللہ کی سُنّت ہے
صحابہؓ کی جلی تاریخ دُہرانے کا وقت آیا

اُٹھو فاروقِ اعظمؓ کے جواں ، شہ زور فرزندو
بساطِ جنگ پر قوّت سے چھا جانے کا وقت آیا

خُدا کے نیک بندو ! اپنے حجُروں سے نِکل آؤ
کمر باندھو ، محاذِ جنگ پر جانے کا وقت آیا

مُسلّح غازیو، شیرو، دلیرو، تُند طُوفانو!
عَدُو کے مورچوں پر آگ بَرسانے کا وقت آیا

مُجاہِد! باندھ لے سَر سے کفن اور سَر بکف ہو جا
شہادت کا مُقدّس مرتبہ پانے کا وقت آیا

تمھُیں یہ جنگ کا مَیداں ہَے گویا کھیل کا مَیداں
کہ توپوں کی گرج سے زیست بہلانے کا وقت آیا

تمھُارے بازُوؤں میں جان ہَے، ایماں کی طاقت ہَے
نہتّے ہو کے بھی دُشمن سے بِھڑ جانے کا وقت آیا

فرنگی شاطروں نے ظُلمتیں بانٹی ہَیں دُنیا میں
خُدا کی سَر زمیں میں نوُر پھیلانے کا وقت آیا

نظامِ مُصطفٰے نافِذ کریں گے، کر کے دَم لیں گے
نظامِ قیصر و کسریٰ کو ٹُھکرانے کا وقت آیا

نفیسؔ اَب طالباں[1] کو نصُرتِ باری مُبارک ہو
جہاں میں پرچمِ اِسلام لہرانے کا وقت آیا

○

(محرم الحرام ۱۴۱۸ھ / جون ۱۹۹۷ء)

---

[1] طالبان : نوجوان علمائے دین پر مشتمل مجاہدینِ افغانستان جنہوں نے مختصر عرصہ میں مُلک کے نوّے فیصد علاقے پر اسلامی شریعت پر مبنی حکومت قائم کی ہے۔ (مرتّب)

شجرۂ طریقت وجہاد

عصرِ حاضر میں جہاد فی سبیل اللہ کی روایت اللہ تعالیٰ نے حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے سے دوبارہ زندہ کی جسے آپ کے سلسلۂ طریقت وجہاد کے مردانِ سیف وقلم نے آج تک جاری رکھا ہے۔ مختصر نقشہ حسب ذیل ہے:

امیر المومنین، امام المجاہدین حضرت سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ
(شہادت: بالاکوٹ ۱۲۴۶ھ)

سید العلماء، قدوۃ المجاہدین
حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ
(خلیفۂ راستین حضرت سید احمد شہیدؒ)

سرحلقۂ مجاہدین ❶
حضرت مولانا سیّد نصیر الدین دہلوی رحمہ اللہ
جانشینِ حضرت سید احمد شہیدؒ (م ۱۲۵۶ھ بمقام تھانہ، ہزارہ)

سرخیل مجاہدین
حضرت حاجی شاہ عبد الرحیم ولایتی شہید رحمہ اللہ
(شہادت: تورُو ضلع مردان)

نورُ الاسلام ❷
حضرت میانجیو نور محمّد جھنجانوی رحمہ اللہ
(م - ۱۲۵۹ھ)

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی رحمہ اللہ (م - ۱۳۱۷ھ)
امیر المومنین جہادِ شاملی ۱۸۵۷ء (۷۳-۱۳۷۴ھ)

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد محدِث گنگوہی رحمہ اللہ (م - ۱۳۲۳ھ)
قاضی القضاۃ جہادِ شاملی ۱۸۵۷ء

قطبِ عالم حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم رائپوری رحمہ اللہ (م - ۱۳۳۷ھ)
قائمقام امیر تحریک شیخ الہندؒ (تحریکِ ریشمی رومال)

قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائپوری رحمہ اللہ (م - ۱۳۸۲ھ)
مُرشد الاحرار و سرپرست تحریک شیخ الہندؒ و مدارسِ دینیہ برِصغیر

حجۃ الاسلام
حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ
بانیِٔ دار العلوم دیوبند (م - ۱۲۹۷ھ)

شیخ الہند
حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ
(م - ۱۳۳۹ھ)

سید المجاہدین، شیخ الاسلام
حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ
(م - ۱۳۷۷ھ)

[redacted]

مینائے غزل

تصوّر

سنہ ۱۹۷۰ء میں خانقاہ عالیہ رائپور (سہارنپور) میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ قلبی تاثرات نظم کی صورت میں ڈھل گئے ——— (نفیسؔ)

یہ کِس کا پرتوِ نُورِ جبیں ہے! — فضا میں حُسن ہے، ہر شے حسیں ہے
یہ کِس کی موجِ زُلفِ عنبریں ہے — مشامِ جاں میں بُوئے یاسمیں ہے
تصوّر میں کوئی پہلو نشیں ہے — نظر سے دُور ہے دِل کے قریں ہے
وہ فرخُندہ جبیں مسند نشیں ہے — دِلوں کی سلطنت زیرِ نگیں ہے
یہ خاکِ رائپور، اللہ اکبر — مِری دُنیا یہیں، عُقبیٰ یہیں ہے
مجھے ہے ذرّہ ذرّہ طُورِ اِس کا — یہ میرے نازنیں کی سرزمیں ہے
بڑا فیّاض ہے وُہ شاہِ خُوباں — کُشادہ دِل، کُشادہ آستیں ہے
مزاجِ جانِ جاناں ہم کو معلُوم — طبیعت عشق کی بھی نازنیں ہے
نگاہِ عِشق کا پِندار ٹُوٹا — تجھے اے حُسنِ جاناں آفریں ہے

تصوّر ہی میں گُم ہو کر نہ رہ جا
دِل ناداں تری منزل یقیں ہے

مجھے داغِ جُدائی دینے والے
تری یادوں میں گُم جانِ حزیں ہے

خُدا تجھ کو سَدا خُوش حال رکھے!
ترا غم حاصِلِ دُنیا و دیں ہے

شبِ غم دِل کی کشتی ہے بھنْور میں
کہیں اُمّید کا ساحِل نہیں ہے

نگاہِ شوق سے اَب کِس کو دیکھوں
نظر کے سامنے کوئی نہیں ہے

نفیسؔ اُن کے بغیر اَب زندگی کیا
طبیعت سَرد، دِل اندوہگیں ہے

○

نقشِ محبّت

ملائک ساتھ ہیں دامن سنبھالے
حِرا سے آ رہے ہیں کملی والےؐ
اُمنڈ آتے ہیں بادل کالے کالے
مِرا ایمان ساقی کے حوالے
تجھے، اے وحشتِ دِل دینے والے
دُعائیں دے رہے ہیں دِل کے چھالے
چہار آفاق مجھ پر ہو گئے تنگ
مجھے تُو اپنی کملی میں چھپا لے
مِرے ساقی، بتقریبِ شبِ قدر
دِیے جا آج بھر بھر کے پیالے
زکوٰۃِ حُسنِ جاناں بٹ رہی ہے
گدائے عِشق! قسمت آزما لے

زہے چشمِ فسوں سازِ محبّت
پرائے کو بھی جو اپنا بنا لے
اندھیری شب ہے، رستہ گُم ہے لیکن
نظر آتے ہیں منزل کے اُجالے

بہار آئی ہے، غنچے کِھل رہے ہیں
مرے دِل! تُو بھی دو دِن مُسکرا لے
ٹھہر اے مرگ، تھوڑی دیر دَم لے
حیاتِ جاودانی بھی تو آ لے
نفیسؔ اُن کی محبّت نقشِ دِل ہے
نہ بھُولیں گے سہارنپور والے

○

(نواحِ ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء)

ارمغانِ گلبرگہ

۳۰ دسمبر ۱۹۷۵ء کو بعد نمازِ عصر گلبرگہ شریف سے حیدر آباد کے لیے سفر شروع کیا۔ بس سوادِ شہر سے نکلی تو فرطِ فراق سے طبیعت بھر آئی۔ بے کلی نے اشعار کی صورت اختیار کی ——— نفیسؔ

گلبرگہ، ترے شام و سحر یاد رہیں گے
گزرے ہیں جو باکیف و اثر یاد رہیں گے
انوار، وہ تا حدِّ نظر یاد رہیں گے
اسمار[1] وہ شب تا بہ سحر یاد رہیں گے
فیضانِ محمدؐ[2]، وہ عنایاتِ یدُ اللہؒ[3]
کیا لطف سے تھے ہنگامِ سفر یاد رہیں گے

---

[1] اسمار الاسرار (حدیثِ شب) حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز رحمہ اللہ کی تالیف، اُن کے وارداتِ قلبی کی آئینہ دار۔

[2] حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز قدس سرہٗ صاحب روضۂ بزرگ گلبرگہ شریف۔ (المتوفیٰ ۸۲۵ھ)

[3] حضرت سید شاہ یدُ اللہ حسینیؒ (نبیرۂ حضرت خواجہ گیسو درازؒ) صاحبِ روضۂ خرد گلبرگہ شریف۔ (المتوفیٰ ۸۵۲ھ)

جو گیسوئے جاناں کی حسیں چھاؤں میں گزرے
وُہ لمحے باندازِ دِگر یاد رہیں گے

اے منزلِ پُر شوق تری رَہ میں جو آئے
وُہ شہر، وُہ قریے، وُہ نگر یاد رہیں گے

ہے خاک تری سُرمۂ اربابِ بصیرت
کنکر ہیں ترے لعل و گہر، یاد رہیں گے

اے خواجۂ نگر! دیدہ و دِل تجھ پہ نچھاور
مُجھ کو ترے اُجڑے ہُوئے گھر یاد رہیں گے

اے جانِ وطن تجھ سے مَیں گو دُور رہوں گا
نقشے ترے ہر آن مگر یاد رہیں گے

تڑپائے گی لاہور میں رہ رہ کے تری یاد
جلوے ترے با دیدۂ تر یاد رہیں گے

اے شاھدِ عُشّاقِ دکن ، شہرِ نگاراں
کیا تُجھ کو بھی ہم خاک بہ سَر یاد رہیں گے؟
بھُولے ہَیں نہ بھُولیں گے نفیسؔ اہلِ محبّت
کچُھ اہلِ دِل و اہلِ نظر یاد رہیں گے

○

۲۶ ذی الحجہ ۱۳۹۵ ھ

○

جِس تصوُّف میں خُود نُمائی ہَے
وہ عبادت نہیں خُدائی ہَے
وہ سزاوارِ پارسائی ہَے
جِس کی فِطرت میں بے ریائی ہَے
کُچھ جو میری سمجھ میں آئی ہَے
زِندگی موت کی دُہائی ہَے
آخرِ کار بس جُدائی ہَے
دوستو! زِندگی پَرائی ہَے
قیدِ ہستی سے جو رِہائی ہَے
خیر مَقدم کو مَرگ آئی ہَے

رُوزِ اوّل سے جانتا ہُوں اُنھیں
اُن سے دیرینہ آشنائی ہَے

اللہ اللہ، خالِق و مخلُوق
صِفر سے نسبتِ اکائی ہَے

ہمیں تیرا نِشاں مِلے نہ مِلے
آرزُوئے شِکستہ پائی ہَے

سِدرۃُ المنتہٰی سے بھی گُزرے (صلی اللہ علیہ وسلم)
اللہ اللہ کیا رسائی ہَے

غم وہ تحریر ہَے محبّت کی
خُونِ دل جس کی رَوشنائی ہَے

ہائے اُس بے نیاز کی دُنیا
جِس میں نمرود کی خُدائی ہَے

ننگِ اَسلاف ہُوں، معاذ اللہ
توبہ توبہ یہ بے وفائی ہَے

جو بُرائی ہے میری اپنی ہے
اُن کا صدقہ ہے جو بھلائی ہے

دِل کے ساغر سے پی رہا ہُوں نفیسؔ
وہ جو یثرب سے کھنچ کے آئی ہے

(نواحِ ۱۹۵۷ء)

○

وُہ دِل کہ دیر سے تھا پریشانِ آرزُو
آج اپنے شوق میں ہے غزلخوانِ آرزُو

اللہ کے کرم سے ہے اُمّید کی خَلِش
اِس کی نظر ہے سِلسلۂ جُنبانِ آرزُو

ہر حسرتِ حیات کو تسکین مِل گئی
شُکرِ خُدا نِکل گئے اَرمانِ آرزُو

اے گُل فروش تیری بہاروں کی خیر ہو
جوبَن پہ ہے بہارِ گُلستانِ آرزُو

پھُولوں سے لَد گئی ہیں مُقدّر کی ڈالیاں
پُر ہے گُلِ مُراد سے دامانِ آرزُو

اُبھرا ہے آسمانِ تمنّا پہ ماہتاب
رقصاں ہے چاندنی میں شبستانِ آرزُو

دِل کا قرار ، رُوح کی ٹھنڈک ، نظر کا شوق
کتنے شگُفتہ رنگ ہیں عُنوانِ آرزُو

اے وہ کہ تیرے دَم سے ہے ہر خواہشِ حیات
اے وہ کہ تیرا غم ہے رگِ جانِ آرزُو

تیرا نفس نفس ہے دِل و جان سے عزیز
تیری حیات ہے سروسامانِ آرزُو

اَب تیری آرزُو کے سِوا آرزُو نہیں
تُو جانِ آرزُو ہے تُو ایمانِ آرزُو

۵۲ - ۱۹۵۵ء

ہم ہیں اور شوقِ بزم آرائی

وُہ ہیں اور آرزُوئے تنہائی

موسمِ گُل کا اِنتظار نہ کر

اے مِرے ذوقِ بادہ پیمائی

زیست ہے اور غمِ زمانے کے

مَیں ہُوں اور لذّتِ شکیبائی

عبدِ قادر[1] ولیِّ یکتائی

سیّدی، مُرشدی و مولائی

---

[1] حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری نوّر اللہ مرقدہٗ۔ قیامِ پاکستان کے بعد تقریباً ہر سال رائے پور (بھارت) سے متوسّلین کی تربیت کے لیے پاکستان تشریف لاتے رہے اور کئی کئی ماہ لاہور و فیصل آباد میں مقیم رہے، اُن سے لاکھوں بندگانِ خدا فیضیاب ہوتے رہے ——— تفصیلی حالات سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی تصنیف "سوانح حضرت عبدالقادر صاحب رائپوری" میں ملاحظہ فرمائیں۔ (مرتّب)

دونوں عالَم ہیں ایک گوشے میں
اللہ اللہ! دِل کی پہنائی
سُن رہا ہُوں بہ گوشِ ہوش نفیسؔ
قلب ہے محوِ نغمہ پیرائی

(۸۔ ۹۔ ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء)

○

بیمار ہو گئے بڑے بیتاب ہو گئے
جب تم نظر پڑے تو شِفا یاب ہو گئے

ساقی[1] ! تِری نظر پہ مِری زِندگی نثار
تیرے فیوض رُوکشِ پنجاب ہو گئے

تابِ جبیں سے بہ گئے سیلابِ نوُر میں
تیری نظر سے غرقِ مئے ناب ہو گئے

صحرا جو راستے میں پڑے گرد ہو گئے
دَریا جو آئے سامنے پایاب ہو گئے

---

[1] ساقی : حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری رحمہ اللہ

وُہ جِن کے دَم سے جنسِ وفا تھی گراں بہا
وُہ لوگ بزمِ دَہر سے نایاب ہو گئے

ضربُ المَثل تھیں جِن کی بلانوشیاں نفیسؔ
ساقی کے دُردِ جام سے سیراب ہو گئے

۵۷-۱۹۶۲ء

○

کیوں شِکوۂ غم اے دلِ ناشاد کرے ہے
اِک غم ہی تو ہے جو تجھے آباد کرے ہے

صیّاد یہ کیا کیا سِتم ایجاد کرے ہے
اب سارے گُلستاں ہی کو برباد کرے ہے

کِس حال میں اَب ہائے وُہ آزاد کرے ہے
دِل قید سے چُھٹتے ہُوئے فریاد کرے ہے

یہ عِشق تو ہر حال میں راضی بَرضا ہے
اَب جو بھی ترا حُسنِ خدا داد کرے ہے

دِل محوِ محبّت ہے اسے کچھ نہیں پَروا
آباد کرے کوئی کہ بَرباد کرے ہے

پاوے ہے وہی عشق سرافرازیٔ عالم
جس عشق پہ وہ حُسنِ ازل صاد کرے ہے

ہاں ساقیٔ کوثرؐ سے صبا عرض یہ کرنا
اک رندِ سیہ مست بہت یاد کرے ہے

یہ عاشقِ بے نام ہے مُشتاقِ زیارت
دن رات ترے ہجر میں فریاد کرے ہے

درویشِ زبُوں حال ہے اے جانِ دو عالم
ٹُوٹے ہُوئے دِل سے جو تجھے یاد کرے ہے

اے بادِ صبا راہ تری دیکھ رہا ہُوں
اَب آ کے سُنا جو بھی وُہ اِرشاد کرے ہے

رہتا ہے نفیسؔ اِن دِنوں اَربابِ جُنوُں میں
دیوانہ ہے، رُسوائیِ اجداد کرے ہے

(۱۳۸۹ھ / ۱۹۷۰ء)
سہارنپور (یوپی، بھارت)

○

اَے دوست جب سے وقفِ خرابات ہوگئی
عُمرِ عزیز کتنی خُوش اَوقات ہوگئی
ساقی نے اپنی ذات میں مُجھ کو سمولیا
میری حیات مستِ مئے ذات ہوگئی
دِل پر پڑا جو پَرتوِ حُسن و جمالِ دوست
جاری زباں پہ حمد و مناجات ہوگئی
صُبحِ اَزل چلا تھا مَیں اُن کی تلاش میں
شامِ اَبد کے بعد مُلاقات ہوگئی
پَو پھَٹ رہی تھی محوِ نظارہ تھے ہم، مگر

سُورج کے اِنتظار ہی میں رات ہوگئی

فکرِ سلیم، ذوقِ نظر، ہِمّتِ بلند
ہر چیز نذرِ گردشِ حالات ہوگئی

اَربابِ ہوش اَپنا سا مُنّہ لے کے رہ گئے
جوشِ جنُوں میں مجُھ سے کوئی بات ہوگئی

شِعر و سُخن میں اَب وُہ کہاں فِکر و آگہی
اَب شاعری ہجُومِ خیالات ہوگئی

جب بھی نفیسؔ آتی ہے اُس جانِ جاں کی یاد
روئی کچُھ اَیسے آنکھ کہ بَرسات ہوگئی

سہارنپور (بھارت) ۱۶ر ذیقعدہ ۱۳۹۰ ھ / ۱۴ر جنوری ۱۹۷۱ ء

○

آج رُوزِ سعید ہے ساقی
لاصبُوحی، کہ عِید ہے ساقی

دوستوں کا فِراق لائی ہے
عِید، غم کی نَوِید ہے ساقی

رُوئے جاناں کو ڈھونڈتی ہے نگاہ
حسرتِ باز دید ہے ساقی

نا اُمیدی سے کیا ہمیں نسبت
تُو ہماری اُمید ہے ساقی

زاہدِ خُود پسند کیا جانے
وقت کا بایزیدؒ ہے ساقی

اللہ اللہ! فریدِؒ ثانی ہے
یعنی فردِ فرید ہے ساقی

وُہ مِرے قلب میں فروکش ہیں
اُن سے گفت وشنید ہے ساقی

میکشانِ اَلَست وَجد میں ہیں
شورِ ھَلْ مِنْ مَّزِیْد ہے ساقی

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیہ کی دُھن پر
رَقْصِ حَبْلِ الْوَرِیْد ہے ساقی

عِشق کی دَسترَس سے دُور نہیں
عقل سے جو بَعید ہے ساقی

عہدِ حاضر میں اہلِ حق کا اِمام
سیّد احمد شہیدؒ ہے ساقی

صُبحِ نَو کی شَفَق کو غور سے دیکھ
رنگِ خُونِ شہید ہے ساقی

سوچ، کیا وقت کا تقاضا ہے
دیکھ دَورِ جدید ہے ساقی

لوگ کہتے ہیں جس کو شاہ نفیسؔ
تیرا ادنیٰ مُرید ہے ساقی

(محرّم ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء)

آرزو ہے کہ خاک ہو جاؤں
خاک میں مِل کے پاک ہو جاؤں
یوں ترِے لُطف کی نسیم چلے
مثلِ گُل چاک چاک ہو جاؤں

۵۰ - ۱۹۵۵ء

سکَردُو کے دَشت و جبال اللہ اللہ!
زہے قُدرتِ ذُوالجلال اللہ اللہ!
زباں پر ہے بے اِختیار اے نفیسؔ
حدیثِ "یُحِبُّ الجَمَال" اللہ اللہ!

صفر المظفر ۱۴۱۷ھ / جولائی ۱۹۹۶ء
سکردو ، وادیٔ شِگر بلتستان

تکملۂ[1] شجرۂ قادریّہ قمیصیّہ رحیمیّہ امدادیّہ

بمولانا رشید احمدؒ مُحدّث — نگردد قلب باعصیاں ملوّث
بنامِ آنکہ اُو عبد الرحیمؒ است — مرا اُمیدِ جنّاتِ نعیم است
بہ عبد القادرؒ قطبِ زمانہ — مرا دہ دَرد و سوزِ عاشقانہ

نفیسِ بے نوا محوِ دُعا ہست
ہم اِظہارؔ احمدِ مسکیں اَدا ہست
رضائے خویش یا مَولا عطا کُن
زدامِ نفس ہر دو را رِہا کُن

۱۲ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ
۲۰ مارچ ۱۹۷۹ء

---

[1] شیخ العرب والعجم حضرت حاجی اِمداد اللہ مُہاجر مکّی قدس سرہ کے تالیف کردہ منظوم شجرۂ قادریہ قمیصیہ (مشمولہ "کُلیّاتِ امدادیہ") میں مرتّب کمترین کی درخواست پر حضرتِ اقدس سیّد نفیس الحُسینی مدظلّہ العالی نے ان اشعار کا اضافہ فرمایا اور بکرم بالائے کرم اپنے اِس حقیر خادم کا نام بھی شجرہ کے تتمّہ میں منظوم فرمایا۔ (مُرتّب)

نفاس

○

برطانیہ اَچّھا نہ فرنگی بہتر
لَندن سے کراچی کا کورنگی بہتر
وَاللہ مِرا اِس پہ یقیں ہے کہ نفیس
گورے سے مِرے مُلک کا بھَنگی بہتر

کراچی ۱۹۹۷ء

○

"مَشرِق سے اُبھرتے ہُوئے سُورج کو ذرا دیکھ"
پھر سَر سے گزُرتے ہُوئے سُورج کو ذرا دیکھ
ہر روز سَبق دیتا ہے عِبرت کا یہ منظر!
مغرب میں اُترتے ہُوئے سُورج کو ذرا دیکھ

۱۹۹۸ء (گلاسگو سے برمنگھم کی طرف آتے ہوئے کہی)

ظالِم بُش

بُش فرنگی ، وہ صدرِ امریکہ
ظالِم و بدقماش ، مُسلِم کُش
اِس قدر ڈھائے اُس نے ظلم و ستم
پڑ گیا نام اُس کا "ظالم بُش"

ظالم بُش، صدرِ امریکہ، دیگر سامراجی قوتوں کے ہمراہ افغانستان کی اسلامی امارت پر ستمبر ۲۰۰۱ء میں حملہ آور ہوا اور بربریت کی انتہا کر دی، ظلم و ستم میں ہلاکو خاں کو مات کر دیا۔ امیر المومنین مُلّا محمّد عمر حفظہ اللہ تعالیٰ، سربراہ اسلامی امارت افغانستان اور مجاہدِ اسلام اسامہ بن لادِن کو کچلنے کے لئے ظالمانہ بمباری میں "ڈیزی کٹر" اور "کلسٹر" جیسے خطرناک بم استعمال کئے جس سے ہزاروں معصوم افغان بچے، خواتین اور مرد شہید ہوگئے۔

بُش درِندہ

بُش درندہ ہے ، یہ حقیقت ہے
بُش کُشِندہ ہے ، یہ حقیقت ہے
حملہ آور ہوا ، مگر مُلّا
پھر بھی زندہ ہے ، یہ حقیقت ہے

(۸ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ / ۲۴ نومبر ۲۰۰۱ء)

نمی دارند جُز ذوقِ محبّت عاشقاں دَر دِل
جَفائے دُشمناں بَر سَر، وفائے دوستاں دَر دِل
دِل و جانم خریدی، شُکرِ تو، قیمت مَپُرس از مَن
دِل و جانم فِدائے تو، حسابِ دوستاں دَر دِل

(نواحِ ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء)

○

کہاں دُنیا کے فرزانے گئے ہیں
جہاں تک دِیں کے دیوانے گئے ہیں
یہ دَورِ اِبتلا اَستَغفِرُ اللہ!
بہت سے دوست پہچانے گئے ہیں

جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ/ستمبر ۲۰۰۱ء

○

کبھی نہ بھُولیں گی

مِنیٰ کی چاندنی راتیں کبھی نہ بھُولیں گی
وُہ تا بِنگاہ قناتیں کبھی نہ بھُولیں گی

بوادیٔ عَرفات و سوادِ مُزدلفہ
نیاز و راز کی باتیں کبھی نہ بھُولیں گی

○

(منیٰ : ذوالحجہ ۱۴۲۰ھ / مارچ ۲۰۰۰ء)

○

شہِ بغدادؔ رحمہ اللہ تعالےٰ

زبدۂ آلِ نبیؐ حضرتِ عبدالقادرؒ
فخرِ اولادِ علیؓ حضرتِ عبدالقادرؒ

اولیا باجگزارِ شہِ بغداد ہمہ
تاجدارِ حَسَنی حضرتِ عبدالقادرؒ

سیّدِ ہجویر رحمہ اللہ تعالےٰ

سیدِ ہجویر از آلِ رسُول ﷺ
نورِ چشمِ مرتضیٰؓ ، لختِ بتولؓ

قطبِ لاہور و امامِ اہلِ ہند
روشن از وَے صبح و شامِ اہلِ ہند

۱۳ ذیقعد ۱۴۲۲ھ

۲۸ جنوری ۲۰۰۲ء

ؔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ

مجدّدِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ تعالےٰ

مجدّد الفِ ثانی، قطبِ آفاق
زہے مسند نشینِ بزمِ عُشاق

ازو تجدیدِ دینِ مصطفےٰؐ گشت
جہانِ تیرہ روشن برملا گشت

۱۳ ذیقعد ۱۴۲۲ھ

۲۸ جنوری ۲۰۰۲ء

ارمغانِ نفیس

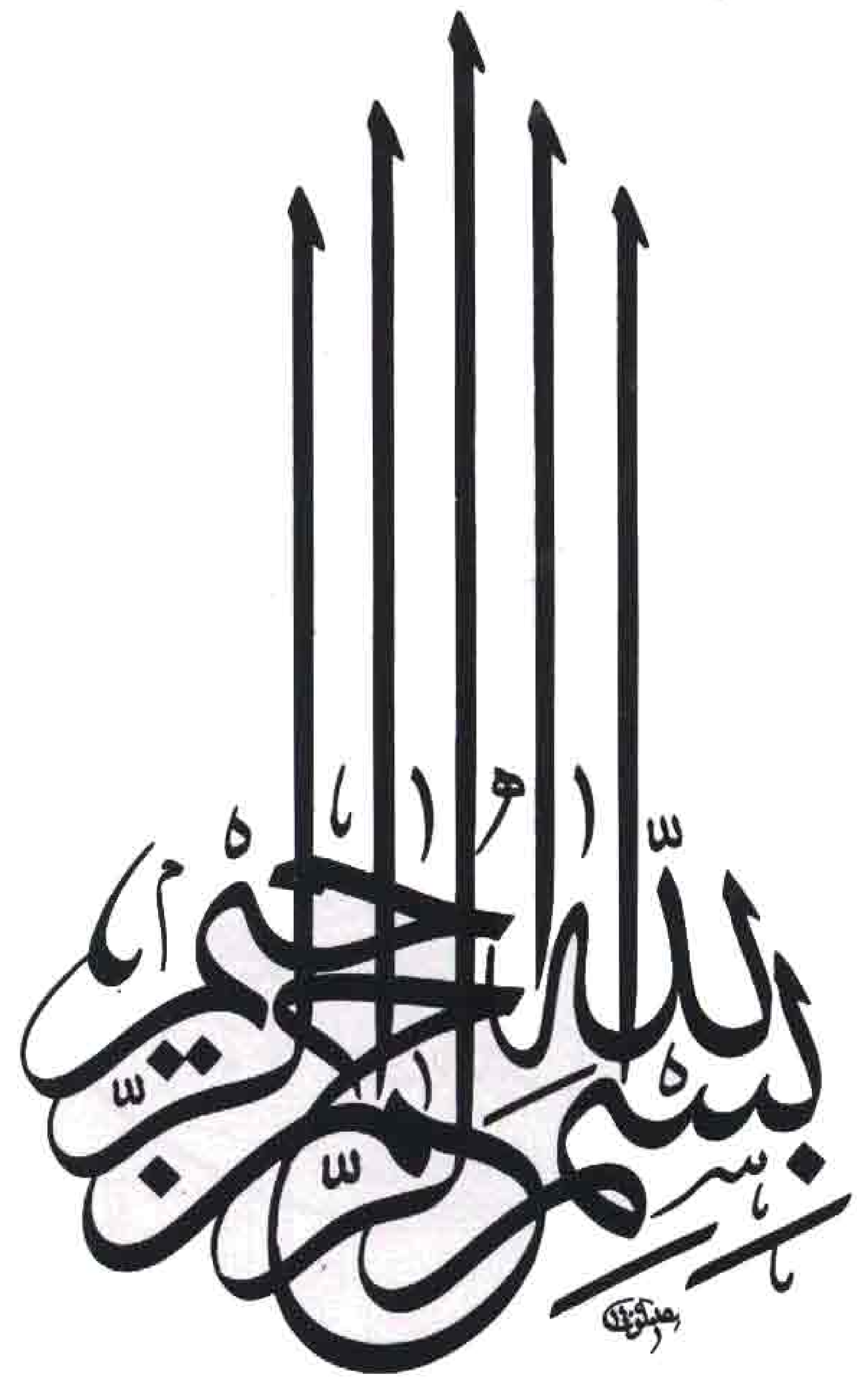
دیدہ و قلب و روح و جانِ نفیس
ہست ہر چیز زیبِ خوانِ نفیس
اے عزیزانِ من ! قبول کنید
"برگِ گل" ہست ارمغانِ نفیس

○

۷ رجب ۱۴۲۲ھ
۲۵ ستمبر ۲۰۰۱ء

○

صریرِ قلم



جدة : ١٢ شوال المكرم

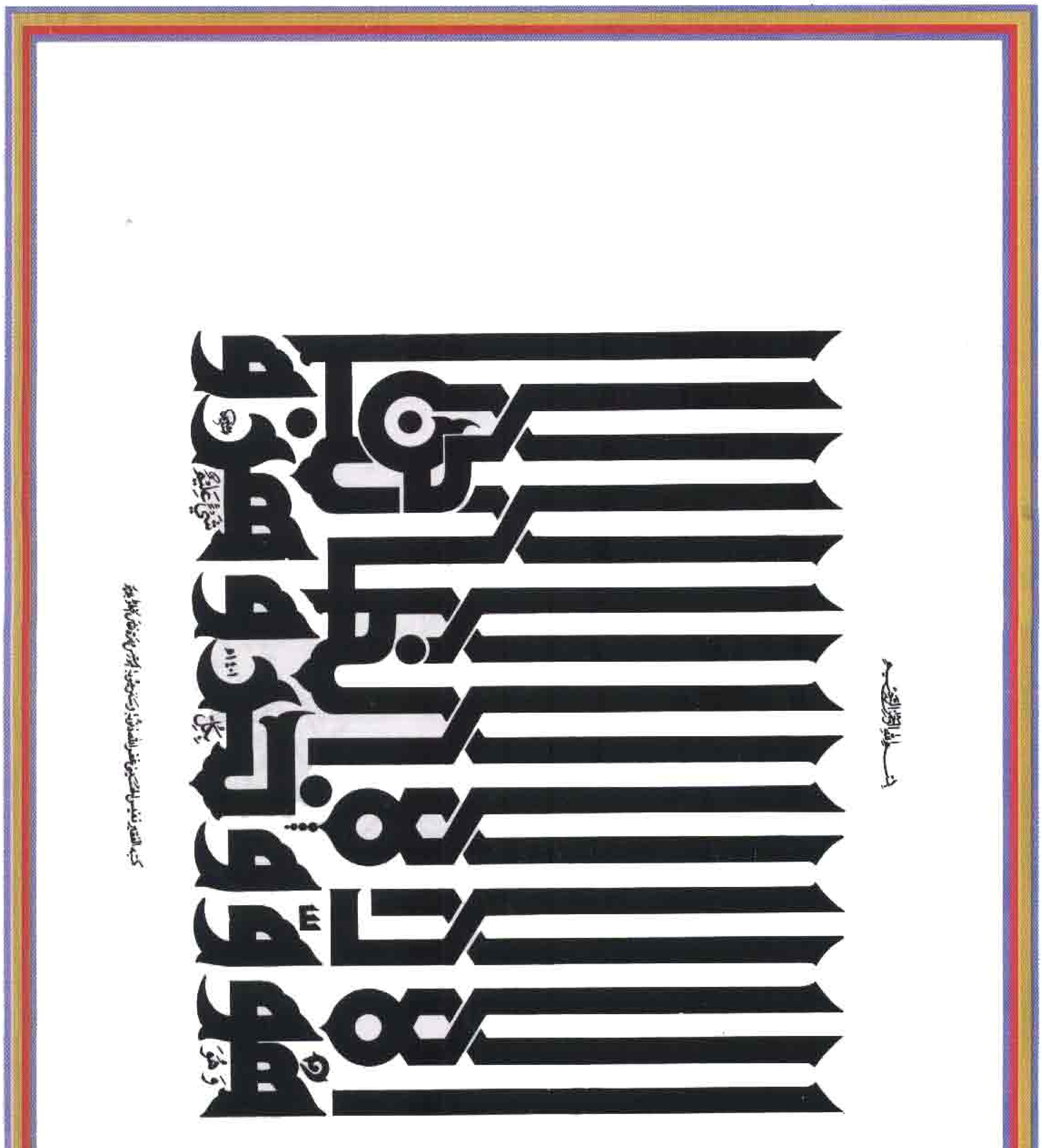
سورة الفاتحة

بسم الله الرحمن الرحيم ○
الحمد لله رب العلمين ○
الرحمن الرحيم ○ ملك يوم الدين ○
إياك نعبد وإياك نستعين ○ اهدنا
الصرط المستقيم ○ صرط الذين
انعمت عليهم غير المغضوب عليهم
ولا الضالين ○

كتبه نفيس الحسيني غفر الله ذنوبه وستر عيوبه
٢٣ شوال المكرم ١٤٠٩

بسم الله الرحمن الرحيم

وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

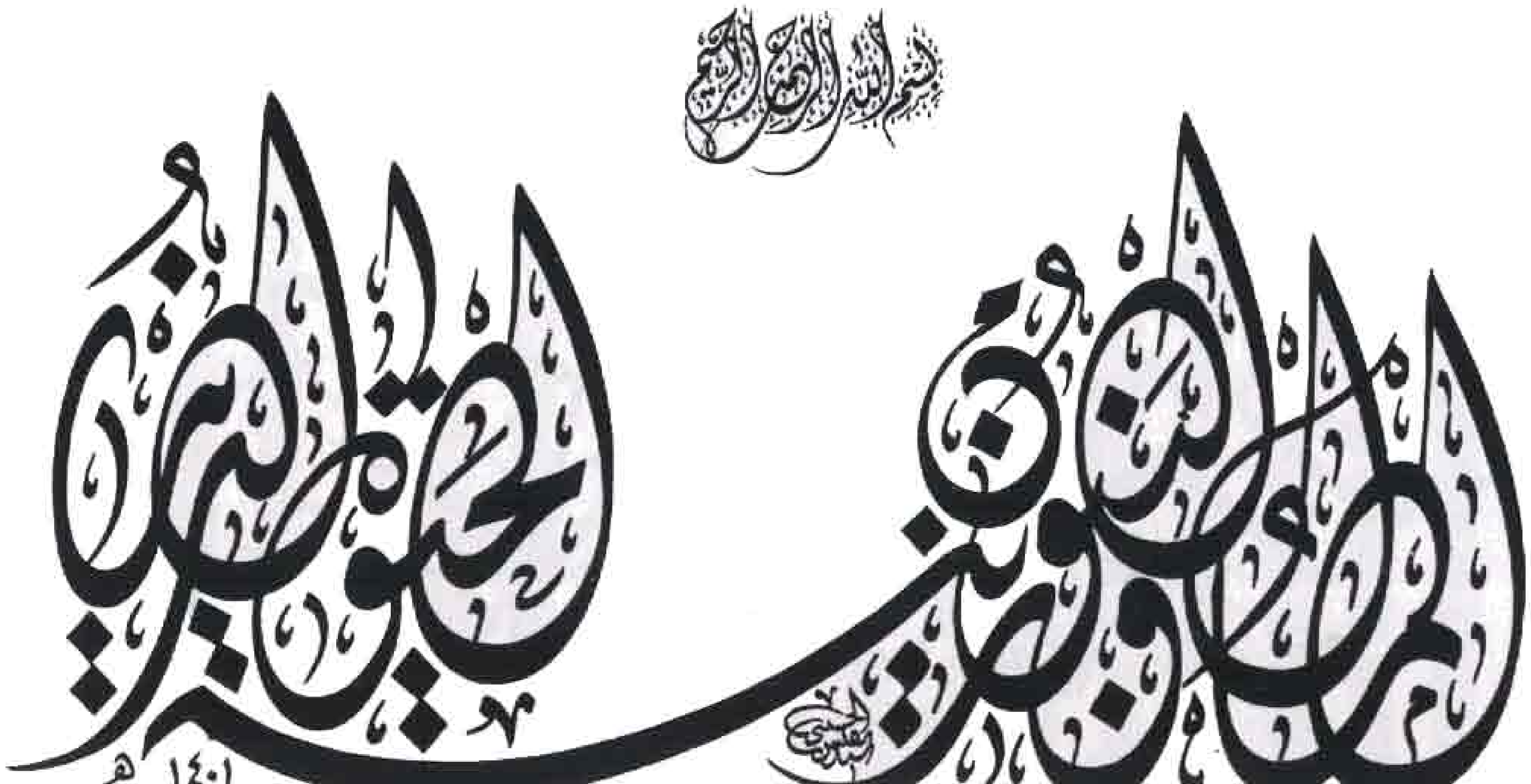
وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ ۖ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

معلس ١٤٠٩ھ

٧ شوال المکرم
جدّہ سے بدر روانہ ہونے سے پہلے تحریر کیا گیا۔

القرآن الحکیم — آل عمران: ١٢٣

ترجمہ: "اور تمھاری مدد کر چکا ہے اللہ بدر کی لڑائی میں اور تم کمزور تھے، سو ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم احسان مانو۔" ترجمہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ



وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا القرآن الحکیم

مال اور بیٹے رونق ہیں دُنیا کے جیتے ، اور رہنے والی نیکیوں پر بہتر ہے تیرے رب کے ہاں بدلہ ، اور بہتر ہے توقع (۱۸/۴۶)

بسم الله الرحمن الرحيم

فالله خير حافظا

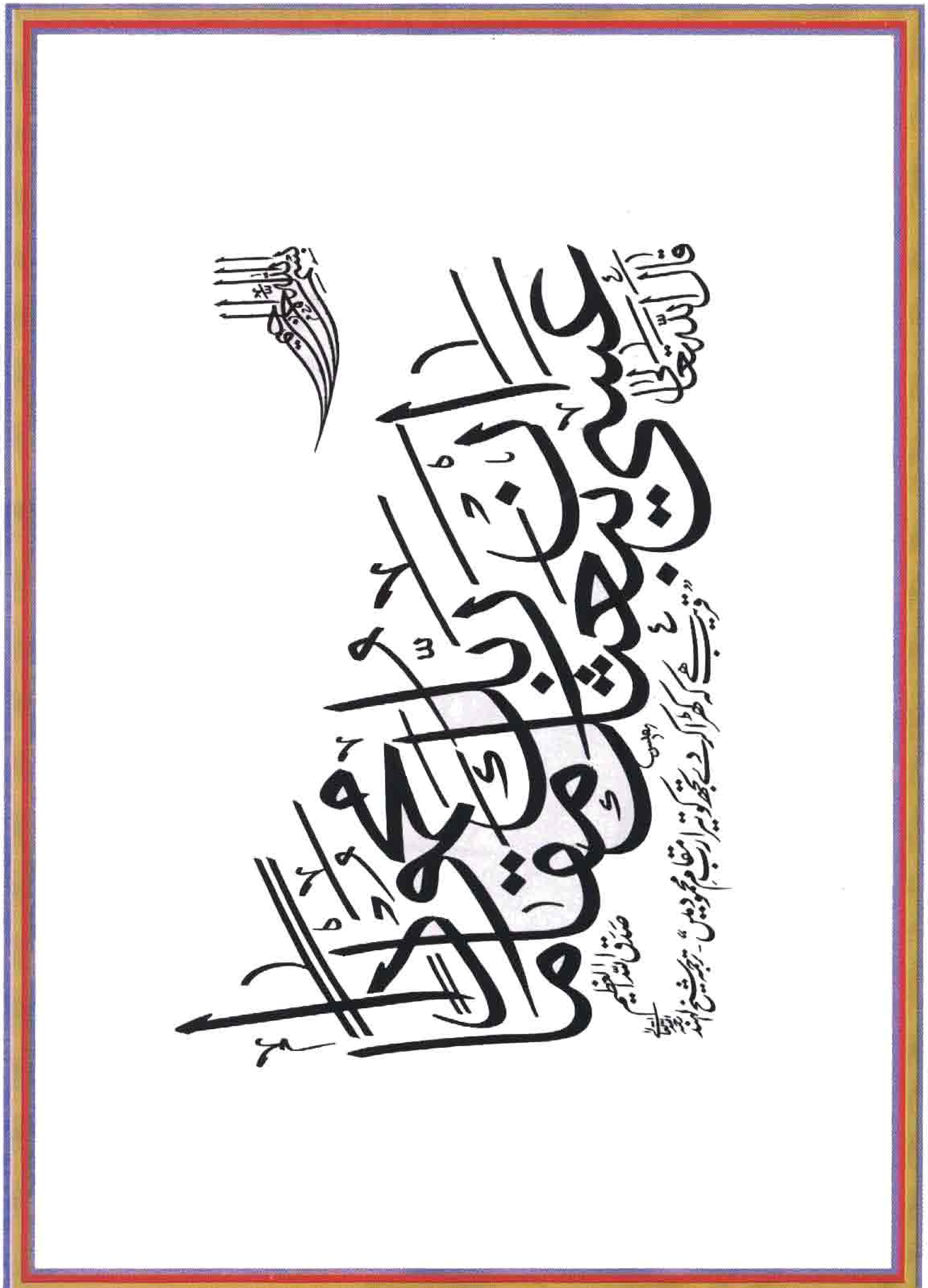
وهو أرحم الراحمين

بسم الله الرحمن الرحيم

شهر رمضان الذي أنزل فيه القرآن

هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ

كتبه الفقير نفيس الحسيني غفر الله ذنوبه وستر عيوبه



بسم الله الرحمن الرحيم

قل متاع الدنيا قليل

والآخرة خير لمن اتقى صدق الله العظيم





بسم الله الرحمن الرحیم

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ
وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا

إن الدين عند الله الإسلام

ارتجالاً لأخي في الاسلام منتصر فتحي الحمدان سلمه الله تعالى
كتبه نفيس الحسيني اللاهوري نزيل في بغداد
١٣ رمضان المبارك سنة ١٤٠٥ هـ
٣/١٧٧ - كريم پارک، لاهور٢، پاكستان



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صَلُّوا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

اُمیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی اُمید ہے یہ
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شُمار

جیوں تو ساتھ سگانِ حَرم کے تیرے پھروں
مَروں تو کھائیں مدینے کے مجھ کو مور و مار

اُڑا کے باد مِری مُشتِ خاک کو پسِ مرگ
کرے حُضُور کے روضے کے آس پاس نثار

اقتباس قصیدۂ بہاریہ حُجۃ الاسلام نانوتویؒ

ماخوذ فضائلِ درود شریف از شیخ الحدیث حضرت مولانا مُحمّد زکریّا مُہاجر مَدنی نوّر اللہ مرقدہٗ
مدفون جنّت البقیع المتوفیٰ ۲۹ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ ۲۴ مئی ۱۹۸۲ء دوشنبہ بعد عصر
کتبہ الفقیر نفیس الحسینی ۱۴۰۲ھ

هوالقادر

زاہد خود بیں کیا جانے
وقت کا بایزید ہے ساقی
مسلک خواجہ فرید ہے
یعنی فرزند فرید ہے ساقی

کلام نفیس بر نفیس

۱۳۹۱ھ

دعوتِ عمل

سید انور زیدی

دلوں میں حکمتِ قرآں لئے ہوئے اٹھو
جلالِ بوذرؓ و سلماںؓ لئے ہوئے اٹھو

وہ ہند دعوتِ ایثار دے رہا ہے تمہیں
رگوں میں خونِ شہیداں لئے ہوئے اٹھو

پکارتی ہے تمہیں آج وادیٔ کشمیر!
دلوں میں جوش کا طوفاں لئے ہوئے اٹھو

تمہارے مدِّ مقابل ہیں کفر کے لشکر!
علیؓ کی قوتِ ایماں لئے ہوئے اٹھو

زمانہ خود تمہیں کہتا ہے "اپنے ہاتھوں میں
زمامِ گردشِ دوراں لئے ہوئے اٹھو"

تمہارے دین کی حرمت ہے چوٹ کھائے ہوئے
جگر پہ داغِ نمایاں لئے ہوئے اٹھو

کلائیاں کہ جو ہیں پنجۂ ستم میں اسیر!
انہیں چھڑانے کا ارماں لئے ہوئے اٹھو

ابھی تمہارا فسانہ بغیرِ عنواں ہے!
اٹھو فسانے کا عنواں لئے ہوئے اٹھو

اُٹھو اور اُٹھ کے زمانے کو اپنے زیر کرو
یہ بات ایسی نہیں ہے کہ اس میں دیر کرو

۱۸ اکتوبر ۱۹۵۱ خاص